تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار لاکہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا ترجمان

ہفت روزہ

نداءِ خلافت

لاہور

بانی : اقتدار احمد مرحوم ۲۶/ نومبر ۱۹۹۷ء مدیر : حافظ عاکف سعید

معراج مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

انبیاء علیہم السلام کے روحانی حالات اور واقعات کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اولوالعزم پیغمبروں کو آغاز نبوت کے کسی خاص وقت پر مخصوص ساعت میں یہ منصب رفیع حاصل ہوتا ہے اور اس وقت شرائط رویت کے تمام مادی پردے ان کی آنکھوں کے سامنے سے ہٹا دیئے جاتے ہیں' اسباب سماعت کے دنیاوی قوانین ان کے لئے منسوخ کر دیئے جاتے ہیں' قیود زمانی و مکانی کی تمام فرضی بیڑیاں ان کے پاؤں سے کاٹ ڈالی جاتی ہیں' آسمان و زمین کے مخفی مناظر بے حجابانہ ان کے سامنے آتے ہیں اور وہ اس کے بعد نور کا حلہ بہشتی پہن کر فرشتوں کے روحانی جلوس کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں پیش ہوتے ہیں اور اپنے اپنے رتبہ و درجہ کے مناسب مقام پر کھڑے ہو کر فیض ربانی سے معمور اور غرق دریائے نور ہو جاتے ہیں' یہاں تک کہ بعض مقربان خاص کو یہ درجہ عطا ہوتا ہے کہ وہ حریم خلوت گاہ قدس میں بار پا کر قاب قوسین سے بھی نزدیک تر ہو جاتے ہیں اور پھر وہاں سے اپنے منصب کا فرمان خاص لے کر اسی کاشانہ آب و خاک میں واپس آ جاتے ہیں.... حضور صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ سرور انبیاء اور سید اولاد آدم تھے اس لئے اس حظیرۂ قدس اور بارگاہ لامکان میں آپ کو وہاں تک رسائی حاصل ہوئی جہاں تک کسی فرزند آدم کا قدم اس سے پہلے نہیں پہنچا تھا اور وہ کچھ مشاہدہ کیا جو اب تک دوسرے مقربان بارگاہ کی حد نظر سے باہر تھا.... جب اسلام کی پر خطر زندگی کا باب ختم ہونے کو تھا' اور ہجرت کے بعد سے اطمینان و سکون کے نئے دور کا آغاز ہونے والا تھا تو وہ شب مبارک آئی' اور اس شب مبارک میں وہ ساعت ہمایوں آئی' جو دیوان قضا میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیر ملکوت کے لئے مقرر تھی اور جس میں پیش گاہ ربانی سے احکامات خاص کا اجراء اور نفاذ عمل میں آنے والا تھا۔ رضوان جنت کو حکم ہوا کہ آج مہمان سرائے غیب کو نئے ساز و برق سے آراستہ کیا جائے کہ شاہد عالم آج یہاں مہمان بن کر آئے گا۔ روح الامین کو فرمان پہنچا کہ وہ سواری جو بجلی سے تیز گام اور روشنی سے زیادہ سبک خرام ہے' اور جو خطہ لاہوت کے مسافروں کے لئے مخصوص ہے' حرم ابراہیم (کعبہ) میں لے کر حاضر ہو' کارکنان عناصر کو حکم ہوا کہ مملکت آب و خاک کے تمام مادی اقتدارات و قوانین تھوڑی دیر کے لئے معطل کر دیئے جائیں اور زمان و مکان' سفر و اقامت' رویت و سماعت' تخاطب و کلام کی تمام پابندیاں اٹھا دی جائیں۔

(اقتباس "سیرت النبی" مولف : سید سلیمان ندوی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

وقت دعا ہے

عاکف سعید

حکومت اور عدلیہ کی محاذ آرائی ایک بار پھر اپنے عروج پر ہے۔ اس محاذ آرائی اور کشمکش میں جسے شروع ہوئے اب کم و بیش تین ماہ سے زائد عرصہ گزر چکا ہے' اگرچہ نشیب و فراز کے کئی ادوار آ چکے ہیں لیکن اب معاملے کی سنگینی شاید اپنی آخری حدوں کو چھونے لگی ہے۔ تقریباً دو ہفتے قبل بھی اس تنازعہ نے پورے سسٹم کو نہایت سنگین صورت حال سے دوچار کر دیا تھا اور اچانک کسی بڑی تبدیلی کے آثار واضح طور پر نظر آنے لگے تھے' لیکن اس وقت میاں نواز شریف نے ججوں کی تقرری کے ضمن میں چیف جسٹس آف پاکستان کے مطالبے کے سامنے گھٹنے ٹیک کر وقتی طور پر ملک کو کسی بڑے بحران سے بچا لیا تھا۔ لیکن ~ "دم لیا تھا نہ قیامت نے ہنوز' پھر ترا وقت سفر یاد آیا" کے مصداق امن و سکون کا یہ وقفہ نہایت عارضی ثابت ہوا اور دو ہفتے کے اندر اندر یہ محاذ آرائی ایک بار پھر شدت اختیار کر گئی۔ حکومت کے تیور بتاتے ہیں کہ وہ اب معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرنے کی بجائے خم ٹھونک کر عدلیہ کے مقابلے پر آنا چاہتی ہے اور عدلیہ بھی وزیر اعظم کے معاملے میں کسی رو رعایت کی روادار نظر نہیں آتی۔ گویا نتائج و عواقب سے بے پروا ہو کر ملک کے چوٹی کے دو ادارے ایک دوسرے کو زیر کرنے پر تل گئے ہیں ——— بہرکیف دو سانڈوں کی لڑائی میں نقصان کس کا ہوا کرتا ہے' یہ سب کو معلوم ہے۔ ملکی معیشت کی گاڑی جسے میاں نواز شریف صاحب سرتوڑ کوشش کے باوجود پٹڑی پر چڑھانے میں بری طرح ناکام رہے' اب بربادی اور خستہ حالی کا عبرتناک منظر پیش کر رہی ہے۔ سٹاک ایکسچینج میں ہر روز اربوں روپے ڈوب جانے کی خبر روزانہ کے اخبارات کا جزو لاینفک بن چکی ہے۔ تنازع للبقاء کی دوڑ میں غریب عوام اور متوسط طبقہ کی ہمت تو موجودہ ہوشربا گرانی کے مقابلے میں پہلے ہی جواب دیتی نظر آ رہی تھی' کاروباری حضرات اور تاجر طبقہ کی ایک عظیم اکثریت بھی اب غم روزگار کے حوالے سے شدید تفکرات اور پریشانی کا شکار نظر آتی ہے۔ غیر یقینی کی دھند اتنی دبیز ہے کہ کسی کو کچھ سجھائی نہیں دے رہا۔ کسی کو نہیں معلوم کہ آئندہ چند دنوں میں حالات کا اونٹ کس کروٹ بیٹھنے والا ہے۔ عوام و خواص سب ایک عجیب تردد اور گومگو کی کیفیت میں ہیں۔ اعصاب شل ہونے کو ہیں' ہمت جواب دیتی محسوس ہوتی ہے' وقت کی رفتار گویا تھم گئی ہے' سب حیران ہیں کہ یہ ڈرامہ آخر کیا سین دکھانے والا ہے!!

عالم عرب پر اگر نگاہ دوڑائیں تو وہاں بھی حالات انتہائی دگرگوں اور نہایت تشویشناک نظر آتے ہیں۔ عراق سے امریکی معائنہ کاروں کے اخراج پر امریکہ کی جانب سے عراق کے خلاف فوجی کارروائی کی دھمکی سے پیدا ہونے والا بحران حل ہوتا نظر نہیں آتا۔ مشرق وسطیٰ پر جنگ کے مہیب بادل منڈلا ہی نہیں رہے' لنگر انداز ہو چکے ہیں۔ اگرچہ یہ بات خوش آئند ہے کہ دیگر عرب ممالک نے عراق کے خلاف امریکی جارحیت کی حمایت نہ کرنے کا اعلان کیا ہے تاہم امریکہ بعض عرب ممالک کو اس گروپ سے توڑنے کی سرتوڑ کوشش کر رہا ہے اور اس کے باوجود کہ عراق نے اس بحران کو ختم کرنے کے لئے سلامتی کونسل کے پانچوں مستقل ارکان کے معائنہ کاروں پر مشتمل ٹیم مقرر کرنے کی مثبت تجویز پیش کر دی ہے' صدر کلنٹن نے اپنے ایک حالیہ بیان میں عراق کے خلاف طاقت کے استعمال کو خارج از امکان قرار دینے سے انکار کیا ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ اسرائیل کے ایماء پر امریکہ جنگ چھیڑنے کے بہانے تلاش کر رہا ہے۔ یہ راز اب کسی سے مخفی نہیں ہے کہ مشرق وسطیٰ میں امریکی جارحیت فی الاصل اسرائیل کی حمایت میں ہے اور امریکہ یہاں اپنی نہیں' اسرائیل کی جنگ لڑ رہا ہے۔ امریکہ کی معیشت چونکہ پورے طور پر پنجہ یہود میں ہے لہٰذا وہ خواہی نخواہی یہ جنگ لڑنے پر مجبور ہے۔ اس جنگ کا ایک راؤنڈ چھ برس قبل ہو چکا ہے۔ صدام حسین نے اس وقت اس جنگ کو "ام المحارب" (یعنی جنگوں کی ماں) قرار دے کر جس خطرے کی نشاندہی کی تھی وہ اب ایک حقیقت بن کر سامنے آ رہا ہے۔ یہ کہنا بہت مشکل ہو گا کہ یہ جنگ اگر چھڑ گئی تو صرف عراق تک محدود رہے گی یا پورا مشرق وسطیٰ اس کی لپیٹ میں آئے گا! ——— عالم عرب میں جو لوگ حالات حاضرہ کا شعور رکھتے ہیں وہ آنے والے حالات کی ہولناکی سے تھر تھر کانپ رہے ہیں۔ حال ہی میں بی بی سی پر نشر ہونے والے ایک انٹرویو میں اردن کے ولی عہد شہزادہ حسن بن طلال جنگ کے اندیشے کا ذکر کرتے ہوئے سخت سراسیمہ دکھائی دیتے تھے۔

گویا اسلامی جمہوریہ پاکستان ہو یا عالم عرب' ہر جگہ بے یقینی اور خوف کی حکمرانی ہے۔ مسلمانان عالم کو اللہ اور اس کے دین سے بے وفائی اور غداری کی سزا اب شاید مل کر رہے گی۔ اصلاح احوال کے لئے مزید مہلت دینا شاید اب اللہ کی مشیت میں نہیں ہے۔ اللہ کے غضب کو دعوت دینے کی کونسی تدبیر ہم نے نہ کی! انفرادی اور اجتماعی میدان میں ہم نے اللہ کے احکامات کو نظر انداز کرنے اور دین حق کو پاؤں تلے روندنے کا کون سا طریقہ ہے جو ہم نے اختیار نہیں کیا! ——— پچاس برس آزادی کے مزے لوٹنے کے باوجود اللہ کے نام پر حاصل کئے گئے اس ارض پاک میں اللہ کے دین کو غالب و سربلند نہ کرنے بلکہ باطل اور طاغوتی نظام کو برقرار ہی نہیں مستحکم کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے رہنے کا جرم ہماری نظروں میں معمولی سہی' اللہ کی نگاہ میں بہت سنگین ہے۔ نصف صدی کی مہلت کم نہیں ہوتی۔ ہم نے اس مہلت سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا ——— پچھلے جمہوری تجربوں کا تو ذکر ہی کیا وہ بھاری بھرکم مینڈیٹ بھی' جس سے بے پناہ امیدیں وابستہ کی گئی تھیں' انتہائی کمزور اور بودا ثابت ہوا ——— قوم یونس کی طرح اگر آج بھی ہم اجتماعی توبہ کریں اور اپنے جرم عظیم کی تلافی کے طور پر اس ارض پاک کو اسلام کے نظام عدل اجتماعی یعنی نظام خلافت کا گہوارہ بنانے کے لئے کمر کس لیں تو اللہ کی رحمت ایک بار پھر ہمیں اپنی آغوش میں لے سکتی ہے۔ ورنہ اللہ اگر ہمیں' خاکم بدہن' آخری سزا دینے کا فیصلہ کر چکا ہے تو دنیا کی کوئی سپریم طاقت ہمیں اس کی پکڑ سے بچا نہیں سکے گی۔ OO

نواز شریف حکومت عدلیہ کے ساتھ جنگ میں چاروں خانے چت ہو چکی ہے

اس محاذ آرائی کے انجام سے بے خبر، سب اندھے کنویں کی طرف بڑھ رہے ہیں

نظریہ ضرورت پر عمل کرنے کی وجہ سے ہمارے عدالتی نظام کی جڑیں کھوکھلی ہوئی ہیں

وزیراعظم کو عدلیہ سے محاذ آرائی میں بڑھک بازی سے گریز کرنا چاہئے تھا

مرزا ایوب بیگ، لاہور

ہم عدلیہ کا احترام کرتے ہیں لیکن ہم ان ججوں کی رائے کو نظرانداز نہیں کر سکتے، جنہیں چیف جسٹس سے اختلاف ہے۔ لہٰذا چیف جسٹس کی سفارشات پر من و عن عملدرآمد نہیں ہو سکتا۔ ہم نے انسداد دہشت گردی کا قانون نافذ کر کے دہشت گردی پر قابو پالیا ہے۔ ہم ایک شخص کی ضد اور ہٹ دھرمی کے آگے نہیں جھکیں گے۔ وزیراعظم میاں نواز شریف کے یہ وہ بیانات ہیں جو انہوں نے عدلیہ اور حکومت کے مابین تنازعے کے آغاز میں دیئے لیکن گزشتہ ہفتہ میں وزیراعظم کے بیانات کا خلاصہ کچھ یوں ہے۔ ہم ملک و قوم کے مفاد میں چیف جسٹس کی سفارشات پر من و عن عمل کریں گے۔ ہم انسداد دہشت گردی کے قانون میں ترمیم کے لئے سپریم کورٹ سے رہنمائی چاہیں گے۔ ہم حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کی پیروی کرتے ہوئے عدالت میں حاضر ہو جائیں گے۔

درحقیقت حکومت نے عدلیہ کے خلاف جنگ مسلسل تذبذب اور گومگو کی کیفیت میں لڑی ہے۔ اگر وزیراعظم میاں محمد نواز شریف اور ان کے وزیروں اور مشیروں نے انگریزی کا یہ مقولہ سنا اور سمجھا ہوتا "Judiciary is bound to win" تو وہ آغاز ہی سے بڑھک بازی سے اجتناب کرتے اور اگر ان کے بقول عدلیہ اپنے اختیارات سے تجاوز کر بھی رہی تھی تو درگزر سے کام لیتے، جس سے ملکی مفاد اور اپنا اقتدار دونوں محفوظ رہتے، یا پھر اگر حکومت سمجھتی تھی کہ وہ مکمل طور پر حق پر ہے اور عدلیہ کی من مانی سے حکومت کی انتظامی مشینری پر گرفت کمزور ہو جائے گی تو پھر وہ اپنے موقف پر نتائج سے بے پرواہ ہو کر بہادری سے ڈٹ جاتے۔ ایسے بہادر اور با اصول لوگ روایات کو بھی تلپٹ کر دیتے ہیں اور دیرینہ اقوال بھی ریت پر ثبت نقوش ثابت ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ ظاہری فتح و شکست سے ماوراء اور بہرصورت سرخرو ہوتے ہیں اور تاریخ میں ان کا نام سنہرے حروف سے کندہ ہوتا ہے لیکن حکومت کا طرز عمل کچھ اس طرح رہا کہ کبھی وہ عدلیہ کے پاؤں پکڑتی اور کبھی گریبان۔ اس حالت میں بھی کہ حکومت عدلیہ کے مقابلے میں چاروں خانے چت ہو چکی ہے اور عدالت عظمیٰ کے چیف جسٹس کے پاس ان سے خصوصی تعلقات والے لوگوں کو پے بہ پے بھجوایا جا رہا ہے اور ان سے نرم رویہ اختیار کرنے کی درخواستیں کی جا رہی ہیں لیکن ساتھ ساتھ سندھ ہائیکورٹ میں چیف جسٹس کی تقرری کو خلاف ضابطہ قرار دینے کی رٹ بھی دائر کر دی گئی ہے۔ ایک اخباری اطلاع کے مطابق لاہور کے ایک ممتاز وکیل کو چارٹرڈ جہاز کے ذریعے کراچی بھجوانے کا انتظام کیا گیا لیکن عین وقت پر وکیل صاحب نے معذرت کر لی۔ پھر یہ رٹ مقامی وکیل کے ذریعے ہی دائر کی گئی۔ وزیراعظم کی عدالت میں حاضری کے حوالہ سے ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر اسلامی روایات زندہ کرنے کا ذکر بھی زور و شور سے جاری ہے اور عدلیہ پر دباؤ ڈالنے کے لئے اسی روز قومی اسمبلی اور سینٹ کا اجلاس بھی طلب کر لیا گیا ہے اور مختلف قسم کی آئینی ترامیم لانے کی شنید ہے۔ حکومت نے عدلیہ کی قوت کو under rate کیا ہے اور بھاری مینڈیٹ کا خمار شاید ابھی اتر نہیں رہا۔ حالانکہ مینڈیٹ کتنا ہی بھاری کیوں نہ ہو مارشل لاء سے زیادہ قوت بخش نہیں ہوتا۔ وطن عزیز میں جسٹس ایم آر کیانی جیسے جج بھی ہوئے جنہوں نے مارشل لاء دور میں بھی عدلیہ کے وقار کو قائم رکھا۔ قارئین ندائے خلافت کے لئے یہ تاریخی واقعہ یقیناً معلومات افزا بھی ہوگا اور روح پرور بھی کہ ایوب خان نے جب اکتوبر 58ء میں اقتدار پر قبضہ کیا تو ملک میں یہ پہلا مارشل لاء تھا۔ اس مارشل لاء کی بڑی ہیبت تھی۔ ملک میں سمری کورٹس قائم کر دی گئیں، جرائم کی سزا دنوں اور گھنٹوں میں سنائی جانے لگیں، سرکاری افسروں کا سختی سے محاسبہ ہو رہا تھا اور تاجروں کی سختی سے نگرانی ہو رہی تھی۔ گویا مارشل لاء سے معاشرے کا ہر طبقہ لرزاں تھا۔ عوام اپنی ضروریات اور سرکاری افسروں کے خلاف شکایات مارشل لاء ایڈمنسٹریٹروں تک لے جاتے تھے۔ ملتان میں میجر جنرل ابوبکر عثمان مٹھا مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر تھے۔ سرکاری افسروں کے خلاف شکایات کا انبار تھا جو ان کی میز پر موجود تھا۔ انہوں نے کلرک سے کہا کہ اتنی درخواستوں کو میں فرداً فرداً نہیں دیکھ سکتا۔ آپ جن جن افسروں کے خلاف شکایات ہیں سب افسروں کو مختلف تاریخوں پر طلب کر لو اور میرے دستخط کروالو۔ ان درخواستوں میں کسی بھلے مانس نے ہائیکورٹ کے جج جسٹس بشیر کے خلاف بھی درخواست دی ہوئی تھی کہ انہوں نے ایک مقدمہ میں میرے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ کلرک نے جسٹس صاحب کو بھی سمن بھیج دیئے۔ جب جسٹس بشیر کو سمن پہنچے تو انہوں نے کیانی صاحب سے بات کی، جو اس وقت لاہور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس تھے۔ کیانی صاحب نے ان سے سمن لے لئے اور کہا کہ یہ معاملہ اب میرے اور مارشل لاء کے درمیان ہے۔ انہوں نے جنرل مٹھا کو نوٹس بھیجا کہ آپ نے ہائی کورٹ کے معزز جج کو سمن بھیجے ہیں، فلاں تاریخ کو عدالت میں حاضر ہو کر اس کی وضاحت کریں وگرنہ آپ کے خلاف توہین عدالت کے تحت کارروائی ہو گی۔ جنرل صاحب گھبرا گئے، کیانی صاحب کو فون کر کے بتایا کہ یہ سب کچھ کلرک کی غلطی کی وجہ سے ہوا ہے۔ لہٰذا میں آپ سے معذرت کرتا ہوں۔ کیانی صاحب نے کہا کہ آپ مقررہ تاریخ پر عدالت میں حاضر ہو کر اپنا عذر اور معذرت پیش کریں۔ جنرل صاحب خود چل کر کیانی صاحب

کے پاس پہنچے اور معذرت کی۔ کیانی صاحب کا دوبارہ جواب یہی تھا کہ جو کچھ کہنا ہے عدالت میں تاریخ پر کہیں۔ کیانی صاحب کا موڈ دیکھ کر جنرل مٹھا نے ایوب خان سے رابطہ کیا اور سارا واقعہ انہیں سنایا۔ ایوب خان نے خود کیانی صاحب سے فون پر رابطہ کیا اور جنرل مٹھا کی معذرت قبول کرنے کی سفارش کی' کیانی صاحب نے عدالت میں حاضر ہونے کا اپنا جواب دھرا دیا۔ اس پر ایوب خان خاص طور پر لاہور تشریف لائے اور گورنر ہاؤس میں کیانی صاحب کو ملاقات کی دعوت دی۔ کیانی صاحب آئے تو ایوب خان نے بڑی لجاجت کے ساتھ جنرل مٹھا کی معذرت قبول کرنے کی دوبارہ سفارش کی لیکن کیانی صاحب نے بڑے تحمل سے کہا کہ جنرل مٹھا کی معذرت قبول کرلی جائے گی لیکن وہ معذرت مقررہ تاریخ پر عدالت میں پیش ہو کر کریں۔ اس پر ایوب خان نے کہا کہ جسٹس صاحب بات یہ ہے کہ اگر مارشل لاایڈ منسٹریٹر عدالت میں پیش ہوا تو مارشل لا کا تو مذاق اڑ جائے گا' جس پر کیانی صاحب نے ہنس کر کہا کہ مارشل لاعوام کا مذاق اڑا رہا ہے تو عدالت اگر مارشل لا کا مذاق اڑادے گی تو کون سی قیامت آجائے گی۔ اس جواب پر ایوب خان پر فوجی رنگ غالب آگیا وہ اپنی کرسی سے کھڑا ہو گیا اور انتہائی غیض و غضب سے کہا کہ کیانی صاحب آپ پھر استعفیٰ دے دیں۔ کیانی صاحب بھی کھڑے ہو گئے اور بڑی نرمی سے گویا ہوئے جناب چیف مارشل لاء ایڈ منسٹریٹر صاحب میں کیوں استعفیٰ دوں' اس لئے کہ اگر میں ایسا کروں تو اخبارات میں ایک کالی خبر بنے گی' بہتر صورت یہ ہوگی آپ مجھے ڈسمس کریں پھر دیکھیں international media کا رد عمل کیا ہوتا ہے۔ اس پر چیف مارشل لاء ایڈ منسٹریٹر جھاگ کی طرح بیٹھ گئے اور جنرل مٹھا سے کہا کہ آپ تاریخ پر عدالت میں پیش ہو کر معذرت کریں۔

تاہم یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ ہمارے بعض جج حضرات نے بعض مواقع پر کمزوری دکھائی اور انہوں نے مختلف مواقع پر حاکموں کی مرضی کے تابع ہو کر انصاف کا خون کیا اور بحیثیت ادارہ عدلیہ کو رسوا کیا' خاص طور پر وہ جج حضرات جنہوں نے ضیاء الحق کے دور میں P.C.O کے تحت از سرنو حلف اٹھالیا تھا۔ اگر اس وقت تمام جج حضرات حلف اٹھانے سے انکار کر دیتے تو یقیناً نہ صرف عدلیہ کی تاریخ بلکہ بحیثیت مجموعی پاکستان کی تاریخ پر انتہائی مثبت اور روشن اثرات مرتب ہوتے اور آئندہ کوئی طالع آزما جمہوریت کی بساط لپیٹنے سے پہلے سو مرتبہ سوچتا۔ نظریہ ضرورت نے بھی ہمارے عدالتی نظام کی جڑیں کھوکھلی کی ہیں۔ نظریہ ضرورت کا سہارا لے کر حاکموں کو من مانی کارروائیوں کی اجازت دے دی گئی۔ آخر میں ہم موجودہ حاکموں سے پھر ایک بار درخواست کریں گے کہ وہ ٹھنڈے دل سے اور خالی الذہن ہو کر از سرنو تمام معاملے کا جائزہ لیں اور یکسو ہو کر عدلیہ سے معاملہ کریں۔ پھر مضبوطی سے ایک سمت اختیار کریں یا مکمل طور پر گھٹنے ٹیک دیں اور تمام تر معاملہ سپریم کورٹ کے حوالے کردیں یعنی آئین اور قانون کے بارے میں تمام معاملات میں وہ سپریم کورٹ سے رہنمائی حاصل کریں اور خود اسے صرف تجاویز دیں یا پھر مکمل طور پر ڈٹ جائیں اور سپریم کورٹ پر دو ٹوک انداز میں واضح کر دیں کہ اس کی (حکومت کی) رائے میں سپریم کورٹ اپنی حدود سے تجاوز کر کے انتظامیہ کی حق تلفی کر رہی ہے اور وہ اسے ایسا کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دے گی اور اس سلسلے میں ضروری اقدام اٹھانے اور ذہنی طور پر اقتدار کو لات مارنے کو تیار ہو جائیں اس لئے کہ جہاں سے ہم نے جمہوریت درآمد کی ہے وہیں سے یہ مقولہ بھی آیا ہے "Judiciary is bound to win"۔

جب یہ سطور تحریر کی جارہی تھیں کہ یہ خبر بھی آگئی کہ حکومت نے توہین عدالت کے ایکٹ ۱۹۷۶ء کی دفعہ ۱۰ میں ترمیم کردی ہے۔ اس ترمیم کے بعد اگر سپریم کورٹ کا ایک جج کوئی فیصلہ صادر کرتا ہے تو اس کے خلاف انٹر کورٹ میں اپیل دائر کی جاسکتی ہے۔ پھر اس انٹر کورٹ کے فیصلے کے خلاف بھی نظر ثانی کی اپیل کی جاسکتی ہے جس کی سماعت صرف فل کورٹ کر سکے گی۔ یہ قانون یقیناً چیلنج ہو گا اور راقم گزشتہ شمارے میں لکھ چکا ہے کہ بعض لوگوں کا یہ خیال غلط ہے کہ چودھویں ترمیم کو لوٹا ازم بحال کرنے کے لیے ختم کیا گیا بلکہ چودھویں ترمیم کا ختم کرنا سپریم کورٹ کی طرف سے یہ سگنل تھا کہ وہ آئینی ترمیم کو بھی معطل یا ختم کر سکتی ہے لہٰذا اس ترمیم کا بھی یہی حشر ہوتا نظر آتا ہے۔ انجام کیا ہوگا' سب بے خبر اندھے کنویں کی طرف بڑھ رہے ہیں۔

"دونوں سچے ہیں"

نجیب صدیقی' کراچی

حزب اقتدار والے کہتے ہیں کہ تمام کرپشن کی ذمہ دار موجودہ حزب اختلاف ہے جو اپنے اقتدار کے زمانے میں ملک میں لوٹ کھسوٹ مچاتی تھی۔

حزب اختلاف والے کہتے ہیں کہ اپنے سابقہ دور میں انہوں نے بھی خوب خوب کمیشن بنایا تھا ان میں ایک آدمی بھی ایسا نہیں ہے جسے صاف ستھرا کہا جاسکے۔

عوام کہتے ہیں کہ دونوں سچے ہیں۔ کرپشن کے ان دو پاٹوں نے ہمیں پیس کر رکھ دیا ہے۔ مہنگائی کے ذمہ دار دونوں ہیں' بدامنی دونوں دور میں یکساں رہی ہے ان دونوں پاٹوں کے درمیان عوام پھنس کر رہ گئے ہیں۔ وہی گھوم پھر کر بر سر اقتدار آتے ہیں۔

ساری خرابی کی جڑ قول و فعل کا تضاد ہے۔ تضاد اتنا نمایاں ہو گیا ہے کہ کسی کی بات پر بھی اعتبار نہیں رہا۔ الناس علی دین ملوکھم کی طرح آج معاشرے میں یہ برائی پوری طرح سرایت کر چکی ہے۔ ادنیٰ سے اعلیٰ تک کسی کی بات پر اعتبار نہیں رہا۔ اس برائی نے ہماری قدروں کو کھوکھلا کر دیا ہے۔ ایک مسلمان کی حیثیت سے تو ہم انتہائی پستی میں چلے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے دو ٹوک انداز میں فرمایا ہے کہ اے ایمان والو وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو اس کے نزدیک یہ بات اس کے غصے کو بھڑکانے والی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی اس وعید کی زد میں ہمارا پورا معاشرہ ہے۔ ذرا غور کیجئے تو اس کی واحد وجہ یہ نظر آتی ہے کہ آخرت کا تصور ذہنوں سے نکل گیا ہے۔ لمحہ لمحہ کا حساب کتاب اگر سامنے ہوتا تو ہر انسان لرز جاتا اور وہ کام ہرگز نہیں کرتا جس سے اسے خسارہ کا سامنا کرنا پڑے گا۔ وہ کتاب جو ہمیں صراط مستقیم پر رکھ سکتی تھی اور زندگی کے ہر شعبے کے لئے اس میں ہدایت موجود تھی ہم نے اس سے صرف نظر کر لیا ہے۔ محض تلاوت کر کے سمجھتے ہیں کہ حق ادا ہو گیا ہے۔

وہ کتاب جس کے ہر صفحہ پر تصور آخرت کو ابھارا گیا ہے۔ دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کے شدنی ہونے پر اس قدر متوجہ کیا گیا ہے کہ ہر پڑھنے والا سہم جائے اور اپنے آپ کو آخرت کے خسارے سے بچانے کے لئے تگ و دو میں لگ جائے۔

یہ بات اگر شعوری طور پر انسان قبول کرے کہ ہمیں جلد یا بدیر وہاں پہنچنا ہے جہاں ہر لمحہ کا

اسلام اور مالیاتی معاملات

مصارف زکوٰۃ کے حوالے سے

مولانا حضرت گل، پنج پیر

جب سے موجودہ نسل نے آنکھ کھولی ہے وہ علماء اور سیاسی لیڈروں کی زبانی یہ دعوے سن رہی ہے کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور اس میں زندگی کے ہر معاملے کے بارے میں واضح احکامات موجود ہیں۔ اس دعوے میں تو کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں، لیکن افسوس ہے کہ ابھی تک نوجوان نسل کے سامنے اسلام کو مکمل ضابطہ حیات ثابت کرنے کے لئے انسانی معاشرے کے تمام پہلوؤں بالخصوص مالیاتی معاملات کے بارے میں اسلامی تعلیمات کی پوری تفصیلات پیش نہیں کی گئیں۔ چنانچہ وہ اسلامی ضابطہ حیات کے مکمل ہونے کے بارے میں شکوک وشبہات میں مبتلا ہو گئے اور وقتاً فوقتاً اپنے شبہات کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔

موجودہ دور بلاشبہ معاشیات کا دور سمجھا جاتا ہے اور انسانی معاشرے کے معاشی پہلو نے آج اس قدر اہمیت اختیار کر لی ہے کہ مختلف ممالک کے سیاسی نظاموں کو بھی اسی کی روشنی میں پرکھا جاتا ہے۔ اس وقت پاکستان میں سرمایہ داری پر مبنی جو نظام رائج ہے یہ ہمیں انگریزوں سے وراثت میں ملا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا اور نتیجتاً جلد یا بدیر یہاں پر اسلامی نظام کا نفاذ ہی عمل میں آنا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ قیام پاکستان کے بعد کے انچاس سالوں میں یہاں قائم ہونے والی مختلف حکومتیں اس سمت میں کسی نہ کسی درجے میں کوئی نہ کوئی قدم ضرور اٹھاتی رہی ہیں لیکن جہاں تک اسلام کے مالیاتی نظام کا تعلق ہے اس ضمن میں ہنوز کوئی خاص پیش رفت نہیں ہو سکی اور ابھی تک پاکستان میں سرمایہ داری نظام کا سکہ ہی رائج ہے۔ اس وجہ سے نئی نسل کے ذہن میں یہ سوال ابھرنا ایک قدرتی امر ہے کہ کیا اسلام کا اپنا مالیاتی نظام نہیں ہے اور وہ بجا طور پر یہ سوال دہراتے ہیں کہ اگر اسلام واقعتاً ایک مکمل ضابطہ حیات ہے تو اس کا اپنا علیحدہ مالیاتی نظام کہاں ہے؟ لیکن حیرت کی بات ہے کہ نوجوان نسل کے اس سوال کا جواب نہ تو علماء کی جانب سے دیا گیا ہے اور نہ ہی کالجوں اور یونیورسٹیوں کے اساتذہ نے اس بارے میں ان کی رہنمائی کی ہے۔ اسلامی حکومت کو سورۃ التوبہ (آیت ۱۰۳) میں حکم ہے:

"ان کے اموال سے صدقہ (زکوٰۃ) وصول کر کے انہیں اس کے ذریعے پاک اور پاکیزہ بنا دو"۔

اور پھر سورۃ التوبہ ہی میں ہے:

"صدقات تو مخصوص ہیں فقراء کے لئے اور مساکین کے لئے اور ان لوگوں کے لئے جو صدقات کی تحصیل و تقسیم کا کام کریں اور ان کے لئے جن کی تالیف قلوب مطلوب ہو۔ نیز وہ صرف ہونے چاہئیں غلاموں کی گردنیں چھڑانے میں، قرض داروں کی مدد میں، اللہ کی راہ میں اور مسافروں کی خبر گیری میں، اللہ کی طرف سے ایک فریضے کے طور پر۔ اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔"

یعنی ضرورت مندوں کی ضروریات زکوٰۃ، خیرات اور قرض حسنہ سے پوری کی جائیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں کہ فقیر اور مسکین دونوں سے مقصود ایسے لوگ ہیں جو محتاج ہوں، لیکن فقیر عام ہے اور مسکنت کی حالت خاص ہے۔ "فقیر" اسے کہیں گے جس کے لئے ضروریات زندگی میں سے کچھ بھی نہیں۔ لیکن مسکین وہ ہے جس کی احتیاج ابھی اس آخری درجے تک تو نہیں پہنچی مگر پہنچ جائے گی اگر خبر گیری نہ کی جائے۔ مثلاً سوسائٹی کے ایسے افراد جو مختلف اسباب سے مفلس ہو گئے ہوں یا وسائل معیشت کا اہتمام نہیں کر سکتے، ان کے جسم پر اجلے کپڑے ابھی باقی ہیں، گھر میں تھوڑا بہت سامان بھی نکل آئے گا۔ ممکن ہے دو چار روپے بھی جیب میں موجود ہوں۔ اگر انہیں آج کھانا نہ ملے تو بھوکے نہیں رہیں گے، کل نہ ملے تو برتن بیچ لیں گے، پرسوں نہ ملے تو کپڑے فروخت کر ڈالیں گے۔ لیکن پھر اس کے بعد تو کوئی وسیلہ معاش سامنے نہیں دیکھتے۔

فقیر اور مسکین میں اس لحاظ سے بھی فرق ہے کہ فقیر کو سوال کرنے میں عار نہیں ہوتا، لیکن مسکین کو اس کی خود داری سوال کی اجازت نہیں دیتی۔ صحیحین کی ایک حدیث میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکین کی یہ تعریف کی ہے:

"جسے ایسے وسائل میسر نہیں کہ اسے تونگر کر دیں، جس کا فقر ظاہر نہیں کہ لوگ خیرات دیں۔ جو خود سوال کے لئے کھڑا نہیں ہوتا کہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائے۔"

اور پھر اسی حدیث میں سورۃ البقرہ کی آیت ۲۷۳ کی طرف اشارہ فرمایا:

(ان کی خودداری کا یہ حال ہے کہ) ناواقف خیال کرے یہ تو تونگر ہیں۔ تم انہیں ان کے چہروں سے پہچان سکتے ہو۔ مگر وہ لوگوں کے پیچھے پڑ کر کبھی سوال نہیں کرتے۔"

بلاشبہ ایسے علماء دین جو سورۃ البقرہ کی مذکورہ بالا آیت کے مصداق ہوں یعنی دین کی تعلیم و خدمت کے لئے وقف ہو گئے ہوں اور فکر معیشت کے لئے وقت نہ نکال سکیں، مساکین میں داخل ہیں، بشرطیکہ انہوں نے تعلیم دین کو حصول زر کا پیشہ نہ بنا لیا ہو "مایحتاج" سے زیادہ نہ لیتے ہوں اور کسی حال میں خود سائل و سائی نہ ہوتے ہوں، نیز وہ تمام افراد جو ان کی طرح خدمت دین و امت کے لئے وقف ہو جائیں اور معیشت کا کوئی سامان نہ رکھتے ہوں، پھر قوم کے تمام ایسے افراد جن پر وسائل معیشت کی تنگی کی وجہ سے معیشت کے دروازے بند ہو رہے ہیں اور اگرچہ وہ خود پوری طرح ساعی ہیں لیکن نہ تو کوئی ذریعہ روزگار میسر آتا ہے اور نہ ہی کوئی اور راہ معیشت نکلتی ہے، یقیناً مساکین میں داخل ہیں اور اس مد کے اولین مستحق ہیں۔ لیکن اس کا انتظام اس طرح ہونا چاہئے کہ ان کی خبر گیری بھی ہو جائے اور ساتھ ہی ان میں بے کاری کی عادت اور اپاہج پن بھی پیدا نہ ہو۔ اور یہ بات نہ صرف مساکین کی اعانت میں بلکہ تمام مستحقین کی اعانت میں ملحوظ رہنی چاہئے۔ ایسے افراد جو خوشحال تھے لیکن کاروبار کی خرابی یا کسی اور ناگہانی مصیبت کی وجہ سے مفلس ہو گئے ہوں اگرچہ اپنی پچھلی حیثیت کی بنا پر معزز سمجھے جاتے ہوں (حکماً) مساکین میں شامل ہیں۔ اور ضروری ہے کہ اس مد سے ان کی خبر گیری کی جائے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا ان مصارف کے بیان سے مقصود یہ ہے کہ زکوٰۃ کی ہر رقم ان سب میں وجوباً تقسیم کی جائے، یا یہ ہے کہ خرچ انہی میں کی جا سکتی ہے، جس مصرف میں خرچ کرنا ضروری ہو اس مد میں خرچ کی جائے، تو اس بارے میں فقہاء کے مابین اختلاف موجود ہے، لیکن جمہور کا مذہب یہ ہے کہ تمام مصارف میں بیک وقت تقسیم کرنا ضروری نہیں، جس وقت، جیسی حالت اور جیسی ضرورت ہو اس کے مطابق خرچ کرنا چاہئے اور یہی مذہب قرآن و سنت کی تصریحات اور روح کے مطابق ہے۔ ائمہ اربعہ میں سے صرف امام شافعیؒ اس کے خلاف گئے ہیں۔

یہ آٹھ مصارف قرآن حکیم میں جس ترتیب سے

بیان کئے گئے ہیں' اگر غور کیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ معاملہ کی قدرتی ترتیب یہی ہے۔ سب سے پہلے ان دو گروہوں کا ذکر کیا گیا ہے جو استحقاق میں سب سے زیادہ مقدم ہیں' کیونکہ زکوٰۃ کا اولین مقصود انہی کی اعانت ہے' یعنی فقراء اور مساکین۔ پھر اس گروہ کا ذکر ہے جس کی موجودگی کے بغیر زکوٰۃ کا نظام قائم نہیں رہ سکتا اور اسی اعتبار سے اس کا تقدم ظاہر ہے۔ لیکن چونکہ اس کا استحقاق بالذات نہیں تھا' اس لئے اولین جگہ نہیں دی جا سکتی تھی' پس دوسری جگہ پائی یعنی "العملین علیھا"۔ پھر "المولفہ قلوبھم" کا درجہ ٹھہرا کہ ان کا دل ہاتھ میں لینا ایمان کی تقویت اور حق کی اشاعت کے لئے ضروری تھا۔ پھر غلاموں کو آزاد کرانے اور قرض داروں کو بار قرض سے سبکدوش کرانے کے مقاصد نمایاں ہوئے جو نسبتاً موقت اور محدود تھے۔ پھر فی سبیل اللہ کا مقصد رکھا گیا۔

دنیا میں ایسا کوئی مذہب نہیں جس نے محتاجوں کی اعانت اور ابناء جنس کی خدمت کی تلقین نہ کی ہو اور اسے عبادت یا عبادت کا لازمی جزو قرار نہ دیا ہو' لیکن یہ خصوصیت صرف دین اسلام کی ہے کہ وہ صرف اسی پر قانع نہیں ہوا' بلکہ ہر مستطیع مسلمان پر زکوٰۃ کا ایک معین نصاب مقرر کر دیا جو اسے اپنی تمام آمدنی کا حساب کر کے سال بہ سال لازمی طور پر ادا کرنی ہوگی۔ اور پھر اسے اس درجہ اہمیت دی کہ اعمال میں نماز کے بعد اسی کا درجہ مقرر کیا اور قرآن نے ہر جگہ دونوں عملوں کا ایک ساتھ ذکر کر کے یہ بات واضح کر دی کہ کسی جماعت کی اسلامی زندگی کی اولین شناخت یہی دو عمل نماز اور زکوٰۃ ہیں۔ اگر کوئی جماعت بحیثیت جماعت انہیں یک قلم ترک کر دے گی تو اس کا شمار مسلمانوں میں نہ ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مانعین زکوٰۃ سے قتال کیا۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دو ٹوک الفاظ میں کہا واللہ لاقاتلن من فرق بین الصلوہ والزکاہ (متفق علیہ) "خدا کی قسم! میں ان لوگوں سے لازماً جنگ کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ کے مابین تفریق کرتے ہیں۔" نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کے بارے میں ارشاد فرمایا: "توخذ من اغنیائھم وترد الی فقرائھم" "ان کے دولت مندوں سے وصول کی جائے اور پھر ان کے محتاج افراد میں لوٹائی جائے۔"

دولت کا احتکار و اختصاص قرآن کی روح کے خلاف ہے۔ یعنی قرآن نہیں چاہتا کہ دولت اور ذرائع دولت کسی ایک گروہ کے قبضے میں آ جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے سود کا لین دین حرام کر دیا۔ اسلام کے اجتماعی نظام میں نہ تو بڑے بڑے کروڑپتی ہوں گے اور نہ مفلس اور محتاج طبقے ہوں گے۔

اسلامی معاشرے میں زکوٰۃ کی ادائیگی کا یہ طریقہ نہیں کہ ہر شخص خود نکالے اور خود خرچ کرے' بلکہ اسے حکومت عاملوں کے ذریعے وصول کر کے بیت المال میں جمع کرے اور پھر زکوٰۃ کے مصارف میں خرچ کرے۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہاں چونکہ اسلامی حکومت موجود نہیں' اس لئے مسلمان مجبور ہو گئے اور انفرادی طور پر خرچ کرنے لگے تو شرعاً و عقلاً یہ عذر مسموع نہیں ہو سکتا۔ اگر اسلامی حکومت کے فقدان سے جمعہ ترک نہیں کیا گیا جس کا قیام امام و سلطان کی موجودگی پر موقوف تھا' تو زکوٰۃ کا نظام کیوں ترک کر دیا جائے؟ کس نے مسلمانوں کے ہاتھ اس بات سے باندھ دیئے تھے کہ اپنے اسلامی معاملات کے لئے ایک امیر منتخب کر لیں یا ایک مرکزی بیت المال پر متفق ہو جائیں یا کم از کم ویسی ہی انجمنیں بنا لیں جیسی انجمنیں انہوں نے جا بجا بے شمار غیر ضروری باتوں کے لئے بلکہ بعض حالتوں میں بدع و محدثات کے لئے بنالی ہیں۔

انفاق مال کے ضمن میں ایک عام اور سب سے زیادہ مہلک غلط فہمی یہ پھیل گئی ہے کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ زکوٰۃ دینے کے بعد صدقات و خیرات کے اسلامی فرائض ختم ہو جاتے ہیں۔ جہاں ایک شخص نے رمضان میں اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دی سال بھر کے لئے اسے ہر طرح کے انسانی و اسلامی تقاضوں سے چھٹی مل گئی' حالانکہ ایسا سمجھنا اسلام کی تعلیمات کو فراموش کر دینا ہے۔ اسلام نے مسلمانوں کو جس طرح کی زندگی بسر کرنے کی تلقین کی ہے وہ محض اپنا اور اپنے بیوی بچوں کا پیٹ پالنے کی جدوجہد کرنے ہی کی زندگی نہیں ہے' بلکہ یہ انفرادی' خاندانی' معاشرتی' جماعتی اور انسانی فرائض کی ادائیگی کی ایک بھرپور آزمائش ہے۔ اور جب تک ایک انسان اس آزمائش میں پورا نہیں اترتا اسلامی زندگی کی لذت اس پر حرام ہے۔

سورۃ المزمل کی آخری آیت کے آخری حصے میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں:

"اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو' اور اللہ کو قرض دو قرض حسن۔"

ان الفاظ مبارکہ میں اقامت صلوٰۃ کے بعد ایتائے زکوٰۃ اور قرض حسنہ دینے کا حکم ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آیت پر عمل کرنے سے قومی سطح پر اس سودی لین دین کا معاملہ ختم ہو سکتا ہے جو ایک مفلس اپنے افلاس کی بنیاد پر کرتا ہے۔

بحضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم

حافظ لدھیانوی

مرے افکار میں نعتِ نبیؐ ہے — بڑی پرلطف میری زندگی ہے
جو مجھ کو لے گئی صحنِ حرم تک — وہ کیسی قیمتی وارفتگی ہے
جدا عالم سے ہے ارضِ مدینہ — ہر اک ساعت وہاں دنیا نئی ہے
رہے ہیں انبیاءؑ مشتاق جس کے — مری اس ذات سے وابستگی ہے
کیا ہے ملتفت آقاؐ کو جس نے — دلیلِ لطف میری بے کسی ہے
حضورؐ آئے مٹی ظلمت جہاں کی — ہر اک سو روشنی ہی روشنی ہے
عطا ہو پھر مجھے اذنِ حضوری — فراقِ طیبہ سے جاں پہ بنی ہے
یہ سب خیرات ہے اس آستاں کی — مرے اشعار میں جو دلکشی ہے
حرم کا نور بھی شامل ہے ان میں — مری نعتوں میں جو تابندگی ہے
نگاہوں میں حضوری کے ہیں لمحے — مری مدحت میں کیفیت نئی ہے
جو میرے شعر کی زینت ہے حافظ
دیارِ شوق کی منظر کشی ہے

موجودہ عہد میں "خلافت" کا عملی نفاذ ہی تمام مسائل کا حل ہے

مغربی سامراج اور کمیونزم والوں نے خلافت اسلامی کو کچلنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رکھا ہے

تنظیم اسلامی کے دستوری نکات اور لائحہ عمل ہر طبقہ فکر کے مسلمانوں کے لئے واحد قابل قبول فارمولا ہے

تحریر : خورشید عالم' گوہر قلم (صدارتی تمغہ حسن کارکردگی)

اس میں شک نہیں کہ "دور حاضر" اپنی تمام ترحشر سامانیوں کے ساتھ اس طرح جلوہ فگن ہے کہ بنی نوع انسان ترقی و جدت کے نام پر خود اپنی خود کشی کا سامان کر رہی ہے۔ ایک طرف جہاں ان تازہ ایجادات کی بہت سی خوبیاں سامنے آئی ہیں وہاں ان کے تاریک پہلوؤں کی کوئی کمی نہیں رہی۔ اس تمام جدوجہد کے نتیجے میں جو مرکزی نقطہ ہمارے زیر بحث ہے' اس کے مطابق نسل انسانی نے ان ایجادی سامان تعیش کو تحفظ دینے کے لئے اور خود کو ہر اس ضابطہ سے آزاد کرنے کے لئے کہ جس میں انسانی عزت و وقار کی قدروں کا لحاظ رکھا گیا ہے' ایسے خود ساختہ آئین تشکیل دیئے گئے کہ جن میں ایک طرف جہاں اس راستے کو بند کرنے کی کوشش کی گئی جو انسانی فلاح و بہبود کا راستہ تھا تو دوسری طرف انسان کو مادر پدر آزاد مجرم بنانے کے ساتھ ساتھ تمام بنی نوع انسان کو چند سو انسانوں کا غلام بنا دیا گیا۔ اس مذموم کاوش کو تحفظ دینے کے لئے مغربی سامراج اور کمیونزم والوں نے سازشوں کا ایک ایسا طویل جال بچھایا جس میں دنیا بھر کے مذاہب کے خلاف حرکت و عمل شروع ہو گئی۔ بالخصوص جس دین کو کچلنے کے لئے بھرپور حملہ کیا گیا وہ دین اسلام ہے' جو کہ اس وقت دنیا بھر میں واحد سچا دین ہے اور یہ جبر و ظلم' فحاشی و بے راہروی' سودی لین دین اور انسانوں کی مادر پدر آزاد حکمرانی کے سخت مخالف ہے۔ ہم اگر غور کریں تو اب بخوبی یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ کیپیٹلزم' کیمونزم' سگمنڈ فرائیڈ ازم اور دیگر ازموں نے تمام نسل انسانی کو سوائے پریشانیوں' محرومیوں' طبقاتی کشمکش اور موت بخش بے سکونی کے سوا کچھ نہیں دیا۔ آپ پورے اعتماد سے دنیا کے تمام ممالک کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اب اگر دین اسلام سے کوئی خائف ہے تو وہ اس وقت مغربی سامراج کا محافظ ایسا طبقہ ہے' جس نے محض اپنے ذاتی اغراض کی تکمیل کے لئے وہ کچھ کر ڈالا ہے کہ کرۂ ارضی آگ و خون میں لپٹا ہوا دکھائی دینے لگا ہے۔ اور یہی طبقہ اب ایڑی چوٹی کا زور لگائے ہوئے ہے کہ اسلامی خلافت کا احیاء عملی طور پر روک دیا جائے۔

اس مقصد کے لئے کئی صدیوں سے مسلمانوں کو مسلسل کرب و اذیت سے دوچار رکھا گیا۔ مجھے یہ کہنے میں ہرگز کوئی عار نہیں کہ سادہ لوح اور مخلص مسلمانوں پر ہونے والے کاری وار میں مسلمان حکمران ہی یہود و نصاریٰ کا ہتھیار بنے ہوئے ہیں۔ اب دنیا کی گزشتہ تاریخ کو چھوڑیئے' پاکستان کی ہی پچاس سالہ تاریخ کو ملاحظہ کر لیجئے۔ اور ذرا آگے بڑھ کر لارنس آف عریبیہ کے ذریعہ خلافت اسلامیہ کے خاتمہ اور موجودہ امریکہ نواز عرب شہنشاہیت کو دیکھئے کہ اسی شہنشاہیت کے باعث اسرائیل بھی معرض وجود میں آیا اور مسلمانوں کے مرکزی مقامات مقدسہ کو بالواسطہ طور پر امریکی استبداد نے کنٹرول میں لے لیا۔ عالم اسلام کے خلاف اتنی بڑی سازش کا ماضی میں کوئی تصور نہ تھا (دیکھئے مختلف تاریخ و لارنس آف عریبیہ) اور ذرا جائزہ لیں کہ اس وقت دنیا بھر میں اسلامی نظام کو عملاً روکنے کے لئے مخلص مسلمانوں کے خلاف یہ "امریکی و یورپی مشن" جاری و ساری ہے۔ الجزائر میں اسلامی تنظیم کی کامیابی بھی ان قوتوں کو ناگوار گزری۔ جمہوریت اور انسانی حقوق کا نعرہ لگانے والوں نے اسلام دشمنی میں اپنے ہی ان نعروں سے انحراف کر لیا۔ اب تو اس امر میں کوئی شک باقی نہیں رہا کہ یہ قوتیں صرف ان لوگوں کے حقوق کی پاسداری کرتی ہیں جو اسلام دشمن ہیں' کیا عرب ممالک میں خود ساختہ شہنشاہیت کا تحفظ جمہوری اقدار کی برابر خلاف ورزی نہیں۔ اس شہنشاہیت کا تحفظ صرف اس لئے کیا جاتا ہے کہ یہ امریکہ نواز ہے اور امریکی و یورپی قوتیں اس کی آڑ میں احیائے اسلام کے راستہ میں رکاوٹیں کھڑی کر رہی ہیں۔ پاکستان میں سرگرم جملہ اسلامی تنظیمیں موجودہ مغربی فکر اور اس نام نہاد جمہوری پلان کے خلاف کام کر رہی ہیں' جس کا مقصد محض اسلامی خلافت کے نفاذ کو ناممکن بنانا ہے۔

تنظیم اسلامی کے فکر و فلسفہ اور منہج کا جائزہ لینے کے بعد ادراک ہوتا ہے کہ یہ تنظیم مسلمانوں کے اندر اگر اتحاد اسلامی کی علمبردار ہے تو دوسری طرف اس کا بنیادی مقصد خلافت راشدہ کی طرز پر اس دلکش اور روشن و منور نظام حکومت کا نفاذ ہے جو بنی نوع انسان کے لئے فلاح دارین' خوشیوں' حقیقی آزادی' اطمینان قلب' معاشی خوشحالی اور حقیقی مساوات کا علمبردار ہے۔ میں نے خود مختلف تنظیموں کا جائزہ لیا ہے لیکن چند دنوں میں ہی مجھ پر انکشاف ہو جاتا کہ "اندر کا مال" لیبل سے بہت مختلف ہے۔ جناب محمد اشرف وصی اور میاں نوید صاحب کے توسط سے تنظیم اسلامی کا لٹریچر پڑھنے کو ملا۔ اگرچہ اس سے پہلے مختلف حضرات کی "پیہم کوششوں" کی وجہ سے میں تنظیم سے کوسوں دور تھا۔ جب مجھے تنظیم کی دعوت دی گئی تو میں نے ڈاکٹر اسرار صاحب داعی تحریک خلافت کے خطبات اور ان کا تحریر کردہ لٹریچر پڑھا تو معلوم ہوا اور احساس ہوا کہ بظاہر "غلغلہ" بپا نہ بھی ہو تو بھی "قلب گرم" کی یہی تنظیم ہے' جس میں مسلمانوں کو التزام جماعت اور بیعت کی ضرورت پر زور دیا جاتا ہے یعنی تنظیم میں شرکت کے لئے بھی انہی اقدار کو روا رکھا گیا ہے اور ڈاکٹر صاحب نے خلافت کا کیا خوبصورت نقشہ کھینچا ہے' وہ کہتے ہیں :

> "ظاہر ہے کہ صرف شکل و صورت میں تو نہیں' شریعت عمل میں بھی درکار ہے اور سارا ہی اسلام ہم اس طرح چاہتے ہیں۔ دستور میں طے ہو کہ ہر شے پر کتاب و سنت کی بالادستی ہوگی تبھی خلافت کہلائے گی' ورنہ تو خلافت ہے ہی نہیں۔"

یعنی تنظیم اسلامی نے واشگاف الفاظ میں نہ صرف اپنے موقف کا اعادہ کر دیا ہے بلکہ تنظیم اسلامی کے لئے کسی قسم کی لچک کے اظہار کے بغیر ایک مستقل منزل متعین کر دی ہے۔ ان فقروں میں یہ عیاں کر دیا گیا ہے کہ جب تک اسلامی دفعات و نکات کا پورے وثوق سے نفاذ نہ ہو' محض

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

ہماری اصل یافت اسلام کے صحیح انقلابی فکر کی از سر نو بحالی ہے

اظہار خیال سے پہلے متوقع جانشینوں کو عارضی طور پر "آڈیٹوریم بدر" کر دیا گیا

تنظیم کے نظم کے ساتھ وابستہ و پیوستہ رہنا بیعتِ سمع و طاعت کا لازمی تقاضا ہے

دین کا محدود اور جامد تصور احیائی تحریکوں کے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ ہے

اسلام کا انقلابی فکر اور تنظیم اسلامی ہی میری اصل متاع اور وراثت ہے

تنظیم اسلامی کی ست روی میرے نزدیک باعث تشویش اور پریشانی نہیں ہے

اپنے جانشین کے حوالے سے ابھی تک کسی نام پر میرا ذہن یکسو نہیں ہو سکا

تنظیم اسلامی کے ملتزم رفقاء کے چھ روزہ مشاورتی و تربیتی اجتماع کی مفصل روداد

(دوسری اور آخری قسط)

(مرتب : نعیم اختر عدنان)

۳۰/اکتوبر بروز جمعرات حسب پروگرام اجتماع کا آغاز ڈاکٹر عبدالسمیع کے سلسلہ وار درس قرآن مجید سے ہوا۔ بعد ازاں امیر محترم نے اسلام کے انقلابی فکر کی تجدید کے ضمن میں زیر مطالعہ باب کے بقیہ حصے کا مطالعہ مکمل کرایا۔ چائے کے وقفہ کے بعد امیر محترم کے نامزد کردہ جانشین کے لئے وصیت یا اعلان اور متوقع جانشین کے لئے کوئی سے تین نام تجویز کرنے کے لئے تمام رفقاء کو دو الگ الگ پرچیاں دی گئیں۔ رفقاء کو یہ ہدایت بھی دی گئی کہ وہ اپنی رائے کسی دوسرے رفیق سے مشورہ کے بغیر درج کر کے ان پرچیوں کو ذمہ دار حضرات کے حوالے کر دیں۔ چنانچہ یہ مرحلہ طے ہو جانے کے بعد نماز ظہر اور کھانے کے لئے طے شدہ وقت سے آدھ گھنٹہ قبل ہی وقفہ کر دیا گیا۔

۳۰/اکتوبر کو بعد نماز مغرب حسب پروگرام متوقع جانشینوں کے اظہار خیال کے پروگرام کا آغاز ہوا۔ رفقاء کی تحریری آراء کو جناب سراج الحق سید صاحب اس دوران مرتب کر چکے تھے۔ امیر محترم مدظلہ نے مشاورت کے نتائج کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا کہ رفقاء کی غالب اکثریت یعنی ۹۰ فیصد رفقاء نے یہ رائے دی ہے کہ امیر محترم اپنی زندگی ہی میں جانشین نامزد کر کے اس کا باقاعدہ اعلان بھی کر دیں۔ جانشین کی تقرری کے حوالے سے رفقاء کی رائے شماری کے نتیجے میں بطور جانشین جن چھ افراد کے حق میں سب سے زیادہ رفقاء کی رائے سامنے آئی ان کے نام حروف تہجی کے اعتبار سے درج ذیل ہیں :

۱) ناظم شعبہ تربیت' جناب رحمت اللہ بٹر
۲) نائب امیر' ڈاکٹر عبدالخالق
۳) ناظم اعلیٰ' جناب عبدالرزاق
۴) امیر حلقہ بیرون پاکستان' ڈاکٹر عبدالسمیع
۵) ناظم نشر و اشاعت' جناب حافظ عاکف سعید
۶) امیر حلقہ پنجاب جنوبی' جناب مختار حسین فاروقی

اظہار خیال کرنے والے متوقع جانشینوں میں سے پانچ کو عارضی طور پر "آڈیٹوریم بدر" کر دیا گیا تاکہ وہ اظہار خیال سے پہلے اپنے پیش رو کے بیان کردہ نکات سے ذہن سازی نہ کر سکیں بلکہ خالص اپنا ذہن رفقاء کے سامنے رکھیں۔ مذکورہ اصحاب کو امیر محترم نے ایک پرچہ سوالات بھی دیا جس کی روشنی میں انہیں اظہار خیال کرنا تھا۔

متوقع جانشینوں میں سے اظہار خیال کی ابتداء جناب رحمت اللہ بٹر سے ہوئی۔ بٹر صاحب نے مذکورہ سوالنامے میں شامل سوالات کا ترتیب وار جواب دیتے ہوئے اپنا ذاتی اور خاندانی تعارف کرانے کے بعد تنظیم اسلامی سے وابستگی کا مختصراً ذکر کیا۔ بٹر صاحب ایم اے اسلامیات کے ساتھ ساتھ قرآن اکیڈمی سے دینی تعلیم کے ایک سالہ کورس سے بھی فارغ التحصیل ہیں' انہیں ذاتی مطالعہ سے دلچسپی اور درس و تدریس سے وابستگی حاصل ہے۔ تین مرتبہ دورۂ ترجمہ قرآن کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔ تنظیم کی دعوت کو پنجابی زبان میں بیان کرنے کی اضافی صلاحیتوں سے بھی "مسلح" ہیں۔ تنظیم اسلامی کی کوتاہیوں پر لب کشائی کرتے ہوئے بٹر صاحب نے کہا کہ تنظیم اسلامی میں ایسی بڑی کوتاہی یا خامی نہیں ہے جس کی بنیاد پر کبھی تنظیم سے علیحدگی کا خیال آیا ہو۔ البتہ تنظیم اسلامی امیر محترم کی نسبت زیادہ معروف نہیں ہے چنانچہ منکرات پر مواخذہ کیا جائے تو ہماری عوامی سطح پر پہچان ہو سکے گی۔

جناب ڈاکٹر عبدالخالق نے بھی اپنے ذاتی اور خاندانی کوائف بیان کئے۔ موصوف نے قرآن اکیڈمی سے دو سالہ دینی تعلیم کا کورس مکمل کیا ہوا ہے' انہوں نے بتایا کہ میں نقیب اسرہ کے منصب سے درجہ بدرجہ نائب امیر کے منصب تک پہنچا ہوں۔ دورۂ ترجمہ قرآن کی سعادت تین

مرتبہ حاصل کر چکے ہیں۔ ذاتی مطالعہ بہت کم ہے۔ انہوں نے کہا کہ آرمی ڈسپلن اور اسلامی انقلابی جماعت میں فرق ہے جسے ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ رفقاء پر نظم کی اہمیت اجاگر کرتے ہوئے فکر آخرت سے بھی مدد لینی ہو گی۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے ہاں انذار کا پہلو ترغیب و تشویق سے غالب ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ ایک موقع پر مجھے امیر تنظیم اسلامی سے شدید اختلاف ہوا تھا۔ یہ موقع جماعت اسلامی کے ساتھ اشتراک عمل کی تجویز کے حوالے سے تھا۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں رفقاء کے دینی جذبہ کو ابھار کر نظم کی پابندی کرنا ہو گی اور دفاعی انداز کی بجائے اب ہمیں جارحانہ انداز میں کام کرنا ہو گا۔

ناظم اعلیٰ جناب عبدالرزاق ایم اے اسلامیات ہیں۔ انہوں نے بھی اپنا ذاتی اور خاندانی تعارف کرایا۔ امیر محترم کے حکم پر اپنی ملازمت کو ترک کر کے لاہور آ گئے۔ امیر محترم کے پرسنل سیکرٹری سے تنظیم کے ناظم اعلیٰ کے عہدے پر پہنچے ہیں۔ قرآن اکیڈمی سے ایک سالہ دینی تعلیم کے کورس سے فارغ التحصیل ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں تنظیم کے نظم کو بہتر بنانا ہو گا اور باہمی اخوت و محبت میں اضافہ کرنا ہو گا۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں دعوت کی توسیع پر زیادہ توجہ دینا ہو گی اور اسے وسیع حلقے تک پھیلانا ہو گا۔ میثاق اور ندائے خلافت کی اشاعت کو بھی بڑھانا ہو گا۔

ڈاکٹر عبدالسمیع بی ڈی ایس ڈاکٹر ہیں۔ انہوں نے بھی ذاتی اور خاندانی نوائف سے اپنی بات شروع کی۔ پہلے سالانہ اجتماع ہی سے تنظیم میں شامل ہوئے۔ تنظیم اسلامی میں مختلف مناصب سے ترقی کرتے ہوئے نائب ناظم اعلیٰ بیرون پاکستان بھی رہے جبکہ اب معاون امیر تنظیم اسلامی برائے بیرون پاکستان ہیں۔ انہیں امیر محترم سے کبھی شدید اختلاف نہیں ہوا بلکہ بقول ان کے وہ امیر محترم کے اشاروں تک کو سمجھتے ہیں۔ ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب حلقہ خواتین کے الگ وجود کے بارے میں امیر محترم سے اختلاف رائے رکھتے ہیں۔ انجمن کی تین سالہ فیلو شپ سکیم کے "فیلو" رہے ہیں۔ ذاتی مطالعے کا سرے سے شوق نہیں رکھتے۔ انہوں نے کہا کہ دعوتی سرگرمیوں میں اضافے کی بجائے ہمیں تنظیمی صلاحیت میں اضافہ کرنا چاہئے۔ ایک سوال کے جواب میں انہوں نے بتایا کہ ایک دفعہ میرا نظم سے کوتاہی کی وجہ سے عارضی طور تنظیم سے اخراج بھی ہو گیا تھا۔

جناب حافظ عاکف سعید امیر محترم کے فرزند ارجمند ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں اس وقت رفقاء کی عدالت میں پیش ہوں۔ میں اپنے آپ کو قطعاً جانشین کے منصب کا اہل نہیں سمجھتا اور میری دعا ہے کہ پروردگار مجھ سے وہ بوجھ نہ اٹھوائے جس کی مجھ میں استطاعت نہ ہو۔ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَالَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ۔ برادرم عاکف صاحب نے فلسفہ میں ایم اے کیا ہوا ہے۔ تنظیم اسلامی کے تاسیسی رفیق ہیں۔ میثاق، حکمت قرآن اور ندائے خلافت کے مدیر کے علاوہ شعبہ نشر و اشاعت کے ناظم کے عہدے پر بھی فائز ہیں۔ تحریک خلافت کے قیام کے موقع پر اس کے اہداف و مقاصد کی تعیین کے حوالے سے امیر محترم سے اختلاف رائے پیدا ہوا تھا جو بعد ازاں تحریک خلافت کے مقاصد میں ترمیم کے بعد رفع ہو گیا۔ انجمن کے تحت تین سالہ فیلوشپ کورس کے فارغ التحصیل ہیں۔ کتب تفاسیر اور احادیث کے مطالعے کے علاوہ تاریخ اور جغرافیے سے خصوصی شغف رکھتے ہیں۔ تین بار دورۂ ترجمہ قرآن کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔ تنظیم کی کوتاہیوں کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ رفقاء میں ابھی تک سمع و طاعت کے تقاضوں کا شعور اجاگر نہیں ہوا۔ تمسک بالقرآن اور باہمی اخوت و محبت کی فضا بھی تاحال معیار مطلوب سے بہت کم ہے۔ تنظیم کے داخلی استحکام کے ساتھ ساتھ ہمیں دعوت کی توسیع کا کام کرنا ہو گا اور تنظیم کو وسیع پیمانے پر متعارف کروانے کے لئے مظاہروں کی تعداد کو بڑھانا ہو گا۔

جناب مختار حسین فاروقی بی ایس سی انجینئر ہیں۔ فاروقی صاحب کی امیر محترم سے پہلی ملاقات جنوری ٦٨ میں ہوئی جبکہ تنظیم اسلامی سے اپنی فعال وابستگی کو وہ ۸۴ء سے شمار کرتے ہیں۔ اس وقت حلقہ جنوبی پنجاب کے امیر کے منصب پر فائز ہیں۔ کراچی اور لاہور کے دینی مدارس سے مختلف اوقات میں دینی تعلیم حاصل کرتے رہے ہیں۔ وسیع المطالعہ ہونے کے ساتھ ساتھ تحریر و تقریر میں یکساں مہارت کے حامل ہیں۔ کئی مرتبہ دورۂ ترجمہ قرآن کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔ ایک مرتبہ قرآن اکیڈمی لاہور میں بھی یہ ذمہ داری ادا کر چکے ہیں۔ مختار حسین فاروقی صاحب کے نزدیک منہج انقلاب نبوی میں بیان کردہ تربیتی تقاضے پورے نہیں کئے جا سکے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں "منہج انقلاب نبوی" میں مندرج اوصاف کو رفقاء کے اندر پروان چڑھانے کے لئے زیادہ محنت اور توجہ سے کام کرنا ہو گا۔ احتسابی رپورٹوں کے نظام کو بھی نسبتاً آسان بنانا چاہئے۔ انہوں نے ایک دلچسپ بات بتائی کہ ان کے والد محترم کی انہیں یہ نصیحت تھی کہ "جماعت اسلامی میں کبھی شامل نہ ہونا"۔

متوقع جانشینوں کی جانب سے اظہار خیال کے اختتام پر امیر تنظیم اسلامی نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمیں قلب کی گہرائیوں سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ ہماری مشاورت پرسکون طریقے سے بکمل ہو گئی ہے۔ رفقاء کے اظہار خیال سے مجھے بہت زیادہ اطمینان حاصل ہوا ہے۔ ہمارے چھ روزہ مشاورتی اجتماع کے ذریعے امکانی حد تک مشورے کا حق ادا ہو گیا ہے۔ یہ بات بڑی خوش آئند ہے کہ جانشین کے عہدے کا کوئی رفیق بھی طالب نہیں ہے جبکہ اظہار خیال تو مجبوراً حکم کے درجے میں ہوا ہے۔ امیر محترم نے رفقاء کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اب آخری مرحلے میں آپ لوگوں کو متوقع جانشین کے لئے ایک نام تجویز کرنا ہو گا۔ یہ نام تجویز کرتے وقت آخرت کی جواب دہی کا احساس پیش نظر رہنا چاہئے۔ دین اور تنظیم کے مقاصد کے لحاظ سے جو شخص موزوں تر ہو، اس کا نام تجویز کیا جائے۔ اظہار خیال کرنے والے چھ "ٹاپ" کے افراد کے علاوہ بھی کسی رفیق کا نام تجویز کیا جا سکتا ہے۔ امیر محترم کے مختصر خطاب کے بعد رفقاء میں جانشین کے بارے میں رائے دہی کے لئے مشورہ کی پرچی اس ہدایت کے ساتھ تقسیم کی گئی کہ تمام رفقاء نماز فجر کے وقت اسے معین کردہ جگہوں پر پہنچا دیں۔ شوریٰ کے اراکین، امراء تنظیم اور نقباء اسرہ جات کی آراء کو الگ الگ حاصل کرنے کے انتظامات کئے گئے۔ نماز جمعہ سے قبل امیر محترم نے اسلام، ایمان اور احسان کے موضوع پر قرآن اکیڈمی میں خطاب کیا جبکہ شام کو منہج انقلاب نبوی کے موضوع پر قرآن آڈیٹوریم میں تفصیلی خطاب ہوا۔

پروگرام کے آخری روز بروز ہفتہ بعد نماز فجر امیر محترم نے حسب پروگرام "برعظیم میں اسلام کے انقلابی فکر کی تعمیل و تجدید" نامی کتابچے کے ایک اہم باب "اسلام کی نشاۃ ثانیہ میں تدریج اور اس کے تقاضے" کا مطالعہ کرایا۔ بعد ازاں ساڑھے گیارہ بجے اس چھ روزہ اجتماع سے اپنے

اختتامی خطاب میں رفقائے تنظیم اور رفیقات تنظیم سے خطاب کرتے ہوئے حمد و ثنا، تلاوت آیات اور ادعیہ ماثورہ کے بعد فرمایا "الحمدللہ کہ ہمارا یہ چھ روزہ مشاورتی و تربیتی اجتماع بااحسن وجوہ پایہ تکمیل کو پہنچ رہا ہے۔ اس پروگرام کا جو خاکہ ترتیب دیا گیا تھا ہمارا پروگرام کم و بیش اسی ترتیب کے ساتھ منعقد ہوا۔ جیسے جیسے اس اجتماع کی کارروائی آگے بڑھی، انشراح صدر میں بھی اضافہ ہوتا رہا ہے۔ "فللّٰہ الحمد والمنۃ" اس چھ روزہ پروگرام کے دوران تمام جسمانی معذوریوں کے باوجود میری طبیعت میں انشراح اور انبساط کی کیفیت رہی جس کا مشاہدہ آپ لوگوں نے بھی کیا ہو گا۔ خصوصاً جامع القرآن میں نماز کا منظر اور قرآن کالج آڈیٹوریم میں بھرپور اجتماع اور پرسکون ماحول کے روح پرور منظر سے مجھے "ان جنتی معی" کے مصداق دلی مسرت حاصل ہوئی ہے۔ امیر محترم نے فرمایا "جیسا کہ رفقاء نے اپنے اظہار خیال میں بھی کہا ہے کہ اقامت دین کی غرض سے ایک جماعت کا بن جانا اور خصوصاً بیعت کے نظام کے ساتھ اس کا قائم رہ جانا، اور اس میں ساڑھے بائیس سال کے عرصے میں کسی بڑے خلفشار کا پیدا نہ ہونا

یہ ہماری بہت بڑی کامیابی ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمیں حاصل ہوئی ہے۔ ۸۵ء میں فرائض دینی کے جامع تصور کے موضوع پر تربیتی اجتماع میں شریک رفقاء کی کل تعداد ۳۵۰ تھی جبکہ اس وقت ابھی مبتدی اور ملتزم کے حوالے سے رفقاء کی درجہ بندی کا نظام بھی موجود نہیں تھا جبکہ آج صرف ملتزم رفقاء اس اجتماع میں ۴۵۰ کی تعداد میں شریک ہیں۔ تنظیم اسلام کی اس عددی ترقی کو میں Slow and steady کے اصول سے تعبیر کرتا ہوں اور میں اس پر انتہائی مطمئن ہوں۔ مجھے تنظیم کی رفتار کار پر ہرگز کوئی تشویش اور پریشانی نہیں ہے' ہاں البتہ کم کوشی کا معاملہ یقیناً موجود ہے۔ خود میں اپنے بارے میں اعتراف کرتا ہوں کہ میرے اندر محنت سے کام کرنے کی کسی حد تک کمی رہی ہے مگر میں نے بحمد اللہ اپنے "عزم وارادے" میں ہرگز کوئی کمی نہیں پائی۔ میری دلی کیفیت کبھی کبھی دعا بن کر میرے لبوں پر آتی ہے کہ "اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں تیری بندگی و عبادت میں کسی تکبر و استکبار کی وجہ سے کمی نہیں کرتا' لیکن میں کمزور آدمی ہوں' پس تو میری اعانت فرما کہ میں تیرے ذکر و شکر اور بندگی کا حق ادا کر سکوں اور اے اللہ تو مجھے ایک لمحے کے لئے بھی نفس کے حوالے نہ کرنا" ـــــ گزشتہ اجلاس مشاورت کے موقع پر مجھے ایک کمی کا احساس ہوا تھا وہ یہ کہ شعبہ تربیت میں ہم نے "مانیٹرنگ" نہیں کی۔ اگرچہ یہ کمی شعبہ تربیت کی ہے مگر اس کا الزام بھی میں خود قبول کرتا ہوں' اس لئے کہ اصل ذمہ داری تو امیر تنظیم ہی کی ہوتی ہے۔

اس چھ روزہ اجتماع میں انتظامی اعتبار سے بھی مجھے کسی قسم کی کوفت نہیں ہوئی اور یہ بہت بڑی بات ہے۔ اسی طرح رفقاء کے نظم وضبط کا بڑا کریڈٹ بھی اجتماع کے منتظمین ہی کو جاتا ہے۔ رفقاء نے حساس موضوعات پر بھی اظہار خیال کیا' چنانچہ اس حوالے سے بھی میں پوری طرح مطمئن ہوں۔ البتہ نئے رفقاء کو جس درجے پرانے رفقاء کا ادب و احترام ملحوظ خاطر رکھنا چاہئے اس میں کمی کا عنصر موجود ہے۔ امیر محترم نے جانشین کے تقرر کے حوالے سے فرمایا کہ "اپریل ۹۷ء کے اجتماع سے پہلے تک ایک شخص کے بارے میں میرا ذہن یکسو ہو گیا تھا اور اس کی میں نے باقاعدہ وصیت بھی لکھ دی تھی مگر اپریل ۹۷ء میں بعض بزرگ رفقاء کی جانب سے ایک رائے میرے سامنے آئی جس کی بنا پر میں مزید غور و فکر کے لئے مجبور ہو گیا۔ چنانچہ اس رائے کے بعد میرے سامنے ایک اور نام بھی آیا اور پھر کئی دوسرے نام بھی ذہن میں آئے۔ اس اجتماع کے دوران بھی میں جانشین کے حوالے سے متردد رہا ہوں اور اب تک متردد ہوں۔ اب تک کسی نام پر میں یکسو نہیں ہو سکا۔ اس حوالے سے اس مشاورتی سلسلے کو میں ابھی اور وسعت دوں گا۔ جانشین کے بارے میں رفقاء کی آراء جناب سید سراج الحق کے حوالے کر دیں ہیں جو انہیں "پروسس" کر رہے ہیں۔ خود مجھے بھی اس حوالے سے مزید غور و فکر کی ضرورت ہے جبکہ رمضان المبارک کے آخری ہفتے میں مجھے فیصلہ کرنا ہے۔ امیر محترم نے فرمایا کہ جانشین کی تقرری کے حوالے سے جو رفقاء مجھے کوئی خصوصی مشورہ دینا چاہیں وہ بذریعہ خط یہ مشورہ مجھے پہنچا سکتے ہیں.... میں اپنے امریکہ کے دورہ سے واپسی پر صائب رائے رفقاء سے مزید مشورہ بھی کروں گا..... اس کا امکان بھی ہے کہ میں جانشین کا تقرر ابھی ایک سال کے لئے ملتوی کر دوں۔ امیر محترم نے فرمایا کہ ابھی میں نے انشراح صدر کے حوالے سے جو باتیں گنوائی ہیں' جن سے مجھے اطمینان حاصل ہوا ہے' مجھے باطنی و قلبی خوشی اور مسرت ہوئی ہے۔ اس پر میں بھی اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں اور رفقاء کو بھی گہرے شعور کے ساتھ قلب کی گہرائیوں سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ زندگی کے تکمیلی مرحلے میں اللہ تعالیٰ نے مجھے جو انشراح صدر اور انبساط قلب کی کیفیت عطا فرمائی ہے' اس پر میں اللہ کا جتنا شکر ادا کروں کم ہو گا۔

تنظیم اسلامی کی کامیابیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے امیر محترم نے فرمایا کہ "ہماری اصل یافت اسلام کے صحیح انقلابی فکر کی از سر نو بحالی ہے۔ اسلام کے انقلابی فکر کی اجمالاً تجدید علامہ اقبال کے ذریعے سے جبکہ تفصیلاً مولانا مودودی کے ذریعے سے ہو گئی تھی لیکن اس کے بعد اس فکر کی اصابت مجروح ہو چکی تھی' جسے ہم نے بحال کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اسلام کے انقلابی فکر کے کئی ایک گوشوں میں ہم نے اضافہ بھی کیا ہے۔ مزید برآں ہم نے اسلامی انقلابی جماعت کے نظم کو بیعت کے منصوص' ماثور اور مسنون اساس پر استوار کر دیا ہے۔ اسی طرح منہج انقلاب میں آخری مرحلہ کے حوالے سے جو خلاء تھا' اس خلاء کو اللہ نے ہمارے ذریعے سے پورا کرا دیا ہے' یہ ہے ہماری اصل متاع! ؎

یہی کچھ ہے ساقی متاعِ فقیر
اسی سے فقیری میں ہوں میں امیر
مرے قافلے میں لٹا دے اسے
لٹا دے ٹھکانے لگا دے اسے

چنانچہ میں اپنے جانشین کے حوالے سے اہم ترین شے اسی انقلابی فکر کی حفاظت و اشاعت کو سمجھتا ہوں۔ اس کی

عہد نامہ رفاقت تنظیم اسلامی

ـــــــــــ اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے ـــــــــــ

■ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ تنہا ہے اس کا کوئی ساجھی نہیں
اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں

■ میں اللہ تعالیٰ سے اپنے (آج تک کے) تمام گناہوں کی معافی کا خواستگار ہوں
اور (آئندہ کے لئے) خلوص دل کے ساتھ اس کی جناب میں توبہ کرتا ہوں

✪ میں اللہ تعالیٰ سے عہد کرتا ہوں کہ :

- ان تمام چیزوں کو ترک کر دوں گا جو اسے ناپسند ہیں
- اور اس کی راہ میں مقدور بھر جہاد کروں گا
- اور اس کے دین کی اقامت اور اس کے کلمہ کی سربلندی کے لئے اپنا مال بھی صرف کروں گا اور جان بھی کھپاؤں گا

✪ ـــــــــ اور اسی مقصد کی خاطر ـــــــــ

میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد سے بیعت کرتا ہوں کہ:

- ان کا ہر حکم سنوں گا اور مانوں گا جو شریعت کے دائرے سے باہر نہ ہو
  - ـــــ خواہ تنگی ہو خواہ آسانی
  - ـــــ خواہ میری طبیعت آمادہ ہو خواہ مجھے اس پر جبر کرنا پڑے اور
  - ـــــ خواہ دوسروں کو مجھ پر ترجیح دی جائے!
- اور یہ کہ نظم کے ذمہ دار لوگوں سے ہرگز نہیں جھگڑوں گا
- اور یہ کہ ہر حال میں حق بات ضرور کہوں گا
  - ـــــ اور اللہ کے دین کے معاملے میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہیں کروں گا

■ میں اللہ ہی سے مدد اور توفیق کا طالب ہوں کہ وہ مجھے دین پر استقامت اور اس عہد کے پورا کرنے کی ہمت عطا فرمائے

فعالیت اور بھاگ دوڑ میں کمی کو میں گوارا کرلوں گا لیکن فکری حوالے سے کمی میرے نزدیک گوارا نہیں ہے۔ اس لئے کہ ؎

باپ کا علم نہ بیٹے کو اگر ازبر ہو
پھر پسر لائقِ میراثِ پدر کیوں کر ہو

لہٰذا فکر کی پوری وسعت اور گہرائی ایسے شخص میں بدرجہ اتم موجود ہونی چاہئے۔ میں یہ بھی چاہوں گا کہ میرے بعد آنے والا شخص اس فکر میں ترقی کے عمل کو بھی جاری رکھے۔ ایسے شخص کو مروجہ دینی علوم سے بھی مناسب واقفیت ہونی چاہئے۔ تنظیم اسلامی کا آئندہ امیر امامت خطابت کی صفات کا حامل بھی ہو اور سیاسی بصیرت بھی رکھتا ہو۔ تنظیم اسلامی کے لئے آئندہ میرا نظریہ اور فلسفہ یہ ہو گا کہ حرکت و بھاگ دوڑ اور توسیع کا کام حلقہ جات کی سطح پر ہونا چاہئے۔ میدان عمل میں جوش اور جذبہ زیادہ کارآمد اور مفید ہو گا جبکہ مرکز میں متحمل مزاج اور ٹھنڈے دماغ والا آدمی بیٹھا ہو۔ اس لئے کہ اگر تحریک ذرا سا غلط موڑ بھی مڑ گئی تو "یک لحظہ غافل گشتم و صد سالہ راہم دور شد" والا معاملہ ہو جائے گا۔ چنانچہ زیادہ تیز دوڑنے والا امیر تحریک کو زیادہ تیزی کے ساتھ غلط راستے پر لے جائے گا۔ یہی حادثہ جماعت اسلامی کے ساتھ پیش آیا۔ قاضی صاحب جیسے تیز رفتار سوار نے جماعت اسلامی کو وہاں پہنچا دیا کہ خود جماعت کے لوگ بھی پریشان ہو کر رہ گئے۔ لہٰذا ہمیں خلیل جبران کے اس جملے کو پیش نظر رکھنا ہو گا کہ "عقل سے روشنی حاصل کرو اور جذبات کے تحت حرکت کرو"۔ عقل والا حصہ مرکز میں اور جذبات والا حصہ حلقہ جات میں کارفرما ہونا چاہئے۔ اگر اس نسبت و تناسب کو ملحوظ نہ رکھا گیا تو تنظیم اسلامی کا مستقبل محفوظ نہیں ہو گا۔

امیر محترم نے فرمایا کہ رفقاء کے اظہار خیال میں یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ "۸۲ء میں جس طرح مسئلہ خواتین کے دوران ملک کے تمام دینی حلقوں سے میری حمایت و تائید کی گئی تھی' اس کو کیش نہیں کیا گیا تھا۔ یہ صحیح بات ہے اور یہ میرا شعوری فیصلہ تھا جسے استقامت کہا جائے تو غلط نہ ہو گا کہ جب تک کوئی ایسی منظم جماعت نہ ہو جو احتجاجی تحریک کو کنٹرول کر سکے' کوئی تحریک برپا کر دینا درحقیقت فساد اور بحران پیدا کر دینے کے مترادف اور جہاد فی سبیل اللہ کی بجائے فساد فی سبیل اللہ کا موجب ہو گا۔ میں نے خود ضیاء الحق مرحوم سے کہا تھا کہ میں اس وقت اس پوزیشن میں ہوں کہ آپ کے خلاف تحریک چلا سکتا ہوں مگر میرے پاس اسے کنٹرول کرنے کے لئے جماعت موجود نہیں ہے۔ جب تک مطلوبہ معیار اور معتدبہ تعداد کی حامل تنظیم قائم نہ ہو جائے' چیلنج کا انداز اختیار کرنا کسی طرح مناسب نہیں۔ امیر محترم نے "تدین" کے حوالے سے فرمایا کہ اس معاملے میں پیش قدمی کرتے ہوئے کچھ چیزوں کو اب باقاعدہ اور شعوری طور پر ہمیں اختیار کرنا ہو گا۔ تنظیم کے رفقاء ان چیزوں کو اہتمام کے ساتھ اپنائیں۔ آئندہ ہر رفیق کوشش کرے کہ اپنے سر کو ٹوپی یا رومال سے ڈھانپ کر رکھے۔ پاجامہ یا شلوار کو ٹخنے سے اوپر رکھنے کا اہتمام کرے اور داڑھی کو بڑھائے۔

تبلیغی جماعت کے حوالے سے ایک استفسار کے جواب میں امیر محترم نے فرمایا کہ دین کا جو جامد اور محدود مذہبی تصور ہمارے معاشرے میں موجود ہے' اسے تبلیغی جماعت نے متحرک کر دیا ہے۔ یہ محدود اور جامد مذہبی تصور احیائی تحریکوں کے راستے کی ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ چنانچہ تبلیغی جماعت کی طرف سے ہماری شدید مخالفت بھی ہو رہی ہے' لیکن یہ ہماری کامیابی ہے کہ تنظیم اسلامی کے نظام خلافت کے چرچے سے مجبور ہو کر اب تبلیغی جماعت کے اکابرین بھی اپنے خطابات میں نظام خلافت کا تذکرہ کرنے پر مجبور ہیں۔ مولانا طارق جمیل کی تقاریر میں قرآنی آیات کا بہت زیادہ تذکرہ بھی درحقیقت ہماری کامیابی ہے۔ اس لئے کہ قرآن سے استدلال کا ان کے ہاں تو رواج ہی نہیں ہے جبکہ تنظیم اسلامی کے فکر کا منبع اور سرچشمہ قرآن ہی ہے۔ گویا ہماری دعوت تبلیغی جماعت میں سرایت کر رہی ہے' اس تبدیلی کو ہم خوش آمدید کہتے ہیں۔ اس سے تبلیغی جماعت کے زیر اثر لوگوں میں بھی قرآن سے رجوع کا ذوق و شوق پیدا ہو گا جو اچھی تبدیلی کا باعث بنے گا۔ ایک دفعہ میں شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ سے ملاقات کے لئے گیا تو انہوں نے ازراہ محبت مجھے سینے سے لگا لیا اور کہا کہ "دیکھو قرآن کا ترجمہ نہ کیا کرو" اس پر میں نے کہا کہ "حضرت میں تو ترجمہ کرتا ہی نہیں بلکہ میں تو شیخ الہندؒ ہی کا ترجمہ استعمال کرتا ہوں"۔ میرے اس جواب پر مولاناؒ خاموش ہو گئے۔ بہرحال اگر تبلیغی جماعت کے قائدین اور خطباء حضرات اب قرآن کی طرف رجوع کرنے لگے ہیں تو ہمارے لئے یہ بڑی ہی خوش آئند بات ہے۔

آخر میں امیر محترم نے عہد نامہ رفاقت کے الفاظ کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ حضرات نے دین کی نصرت و اقامت کے لئے سمع و طاعت کی بیعت کی ہے' رفقائے تنظیم "نظم" کے ساتھ وابستہ ہوں گے تو سمع ہو گا اور پھر کہیں جا کر "طاعت" کی نوبت بھی آئے گی۔ چنانچہ ہر رفیق کے لئے تنظیم کے نظم کے ساتھ وابستہ و پیوستہ رہنا بیعت سمع و طاعت کا لازمی تقاضا ہے۔ نقیب اسرہ یا مقامی امیر تنخواہ دار ملازم نہیں ہے کہ وہ رفقاء کے گھروں کے مسلسل چکر لگاتا رہے۔ چنانچہ ہر رفیق کو خود نظم کے ساتھ وابستہ رہنا ہو گا۔ تنظیمی جرائد میثاق' ندائے خلافت کا پڑھنا اور خطاب جمعہ کے کیسٹ کی سماعت کا اہتمام بھی ہونا چاہئے۔ امیر محترم نے فرمایا کہ ہر رفیق عہد نامہ رفاقت کے الفاظ کی شعوری تجدید کر کے یہاں سے رخصت ہو۔ تمام رفقاء نے امیر محترم کے ساتھ عہد نامہ رفاقت کے الفاظ دہرائے۔ یوں یہ چھ روزہ اجتماع بخیرو خوبی اختتام پذیر ہو گیا۔

بقیہ : تاثرات

نام سے کام نہیں چلے گا اور عمل ہی کو انہوں نے بنیادی اہمیت دی ہے۔

موجودہ جمہوری نظام کے سلسلے میں ڈاکٹر صاحب نے نہایت خوبصورت بات لکھی ہے:

"ہماری دانست میں انتخابات کے ذریعہ عمومی اصلاح کا نظریہ نری خام خیالی پر مبنی ہے۔ بحالات موجودہ تو اس امر کا سرے سے کوئی امکان ہی نہیں کہ انتخابات کے ذریعہ اصلاح کی امید کی جائے۔ ویسے بھی ہماری رائے میں انتخابات میں دوسری جماعتوں کے مخالف و مقابل کی حیثیت سے شرکت' دعوت و اصلاح کے صحیح منہج کے منافی ہے اور اس سے قبول حق کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ (تعارف تنظیم اسلامی صفحہ ۳۲)

یقیناً موجودہ انتخابات کا مغربی طریقہ کار اسلامی نقطہ نظر سے متصادم ہے۔ ہمیں اس مذموم نظام سے پیچھا چھڑانا ہو گا۔ جب تک یہ طریقہ جاری رہے گا قوم کبھی ایک نہیں ہو گی اور جماعتی اختلافات عموماً ذاتی اختلافات کی صورت اختیار کر لیتے ہیں' جس سے امن و امان کی صورت حال بھی خاصی مخدوش ہو جاتی ہے۔ چونکہ تمام جماعتیں خواہش اقتدار کے ساتھ میدان میں اترتی ہیں' اس لئے جب کوئی جماعت برسراقتدار آتی ہے تو دوسری جماعتیں اسے ناکام بنانے کے لئے جو ہتھکنڈے استعمال کرتی ہیں۔ اس سے ملکی سالمیت داؤ پر لگ جاتی ہے اور ملک دشمن قوتیں انہی جماعتوں کے ذریعہ ہاتھ ڈالتی ہیں "خلافت" کے نفاذ سے یہ "مستقل بیماریاں" بھی ختم ہو جاتی ہیں۔ اس لئے "خلافت" کا احیاء باہمی اتحاد و اتفاق اور ملکی سالمیت کے لئے بھی ازحد ضروری ہے۔

تنظیم اسلامی ایک ایسا قافلہ ہے' جو اسلام کے غلبہ اور اسلامی خلافت کے نفاذ کی طرف رواں دواں ہے۔ اس تڑپ کو وہی اذہان و قلوب محسوس کر سکتے ہیں جو دنیاوی آلائشوں کے شوروغوغا میں کبھی کبھی خود کو تنہا کر کے سوچتے ہیں اور جن کے دل اس صورت حال پہ مغموم رہتے ہیں۔ یہ ایک ایسا کارواں ہے جو رنگ و نسل اور فرقہ واریت سے ہٹ کر صرف اور صرف اسلام کے عالمگیر غلبہ کے لئے کوشاں ہے۔ اس کارواں میں شمولیت کے لئے یہ فقرہ میری نظروں میں مسلسل گھومتا رہتا ہے:

"تنظیم اسلامی' مروجہ مفہوم کے اعتبار سے نہ کوئی سیاسی جماعت ہے' نہ مذہبی فرقہ بلکہ ایک اصلاحی

"میری کہانی' میری زبانی"

میں ایک نظریاتی مملکت ہوں جسے اللہ تعالیٰ نے لاکھ مخالفتوں کے باوجود اسلام کی تجربہ گاہ کے طور پر وجود عطا کیا

اگر قرآن و سنت کا صحیح نظام نافذ ہو جاتا تو میرے وجود کا آدھا حصہ الگ نہ ہوتا

محمد یعقوب عمر کی ایک اچھوتی تحریر

رواں سال ۱۹۹۷ء میری گولڈن جوبلی کا سال ہے' چونکہ میں ۱۴/ اگست ۱۹۴۷ء کو معرض وجود میں آیا تھا۔ میں وہ خطہ ارضی ہوں جو اپنی ساخت اور وجہ ساخت کے اعتبار سے اپنی مثال صرف آپ ہوں' چونکہ جب سے دنیا وجود میں آئی ہے کوئی خطہ یا ملک ایسا نہیں جو جنگ و جدل کے بغیر پکے ہوئے پھل کی طرح اس کے چاہنے والوں کو میسر آگیا ہو۔ میں ایک نظریاتی مملکت ہوں جسے محض اس نظریہ کی وجہ جواز کی بنا پر اللہ رب العزت نے دین اسلام کی تجربہ گاہ کے طور پر اللہ کے نام لیواؤں کو باوجود لاکھ قسم کی مخالفتوں اور حشر سامانیوں کے اپنے خاص کرم سے عنایت فرمایا۔

میں ویسے تو فرزند اسلام کے خواب کا تارا' ۱۹۳۰ء کے خطبہ الہ آباد سے ہی تھا۔ اس عظیم فرزند اسلام جناب علامہ اقبالؒ نے واضح کر دیا تھا کہ ہندوستان کے جن علاقوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے' وہ علاقے ملا کر مسلمانوں کے لئے ایک علیحدہ وطن ترتیب دیا جائے۔ لیکن اس خواہش کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات بابرکات نے ایک ایسے شخص کو منتخب کیا' جس کے قول و فعل میں کوئی تضاد نہ تھا۔ وہ اس وقت کے حکمرانوں کی زبان میں بات کرنے والا تھا' ہٹ کا پکا تھا اور اس کا نام محمد علی جناح تھا' جو برصغیر کے مسلمانوں کی آنکھ کا تارا بن گیا اور "قائداعظم" کا عوامی خطاب پایا۔ محمد علی جناح نے پہلے کانگریس میں شامل ہو کر ہندوؤں کی عیاری اور مکاری کو پہچانا اور بعد ازاں وہی جناح مسلمانان ہند کی آنکھ کا تارا بن گئے اور مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کر لی۔ وہ بخوبی جانتے تھے کہ ہندو گائے کی پوجا کرتے ہیں جبکہ مسلمان گائے کا گوشت کھاتے ہیں' تو پھر ایک رب کو ماننے والے اور بے شمار خداؤں کو ماننے والے ایک ساتھ کیسے رہ سکتے ہیں۔ یہ سمندر کے دو کنارے ہیں جو کبھی نہیں مل سکتے۔ ویسے بھی سینکڑوں سال مسلمان تاجداروں کے زیر نگیں رہنے والی قوم ان کے خون کی پیاسی ہو چکی تھی' اب جبکہ دونوں بڑی قومیں انگریز کی غلامی سے نجات پانے کی دہلیز پر پہنچ چکی تھیں تو باہم ساتھ رہنے کے لئے کوئی ٹھوس وجہ جواز ان کے پاس نہیں تھی۔ مسلمان جو پہلے ہی انگریز کے امتیازی سلوک کی بناء پر حالت ناگفتنی سے گزر رہے تھے' اس ڈر سے سہمے جاتے تھے کہ انگریز کے جانے کے بعد متحدہ ہندوستان میں ان پر ہندوؤں کے ہاتھوں ظلم کے پہاڑ توڑے جائیں گے۔

آخر ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو لاہور میں جناب فضل حق نے میرے وجود کے نام کے لئے ایک قرارداد پیش کی' جسے بعد میں قرارداد پاکستان کا نام دیا گیا کہ اکثریتی مسلمان علاقوں پر مشتمل ایک مملکت وجود میں لائی جائے' جس کی حدود میں رہتے ہوئے مسلمان اپنی زندگیاں اپنے عقائد کے مطابق گزار سکیں۔ قائداعظم محمد علی جناح کی شب و روز محنت کے صلہ میں اللہ رب العزت نے مخالفین سے میرے وجود کو منوا ہی لیا۔ چوہدری رحمت الٰہی نے مسلمان اکثریتی علاقوں کے ناموں کے مناسب حروف کو ملا کر لفظ "پاکستان" بنایا جو میرا نام ہے اور رہے گا۔ آج سے ۵۰ برس پہلے والے پاکستان کے ساتھ بوقت میری بنیاد وجود حیدر آباد اور جونا گڑھ کے علاوہ گورداسپور' جالندھر' امرتسر اور ہوشیار پور کے اضلاع بھی میرے وجود کا حصہ تھے۔ مگر بعد ازاں ریڈ کلف ایوارڈ نے یہ چار اضلاع تو ایک سازش کے تحت میرے وجود سے کاٹ دیئے۔ حیدر آباد اور جونا گڑھ تو ہندوؤں نے بزور بازو میرے وجود کا حصہ بننے سے روک دیا۔ میرے لئے یہ صدمات چھوٹے نہیں تھے۔ بالآخر وہ گھڑی بھی آن پہنچی' جسے ہم عرف عام میں ۱۴/ اگست ۱۹۴۷ء کہتے ہیں۔ میرے بچے' میرے جوان' میرے بزرگ' میری مائیں' میری بہنیں اور میری بیٹیاں جو میری مانگ کا سہاگ بننے والی تھیں اور میری مانگ بھرنے کے لئے ہندوستان کے طول و عرض سے بے سرو سامانی کی حالت میں گڈوں' ریڑوں' خچروں اور دیگر ذرائع آمد و رفت کا سہارا لئے ہوئے رواں دواں تھیں' ان کی غالب اکثریت پاکستان نہ پہنچ سکی۔ چونکہ راستے میں ہی منزل سے دور سکھ اور ہندو ڈاکوؤں اور لٹیروں کے ہاتھوں یا تو زندگیوں سے ہاتھ دھو بیٹھے یا بالخصوص خواتین اغوا کر لی گئیں اور اب بھی ان میں سے کئی ایک ہندوؤں اور سکھوں کے بچوں کی مائیں ہیں۔ اب وہ مسلمان ہو کر بھلا کریں گی بھی کیا۔ قافلوں کے قافلے لٹ پٹ گئے' گندے جوہڑوں کا پانی پیتے' سہمے ہوئے بھارتی ہندوؤں اور سکھ غنڈوں سے بچتے بچاتے جو بھی پاک سرحد میں داخل ہوا' رب جلیل کے حضور سربہ سجود ہو گیا۔ سربہ سجود ہوتا کیسے نا' اسے اس پاک دھرتی کی قیمت کا اندازہ تھا۔ اب بھی میری دھرتی کے سینے پر چلنے والے کئی ایک ایسے انسان ہیں جو اپنے ماں باپ' بہن بھائیوں اور عزیز و اقارب کا ذکر آہ و فغاں سے کرتے نظر آتے ہیں۔ وہ لوگ کیا جانیں جو میری تخلیق کے بعد پیدا ہوئے اور اکڑ کر چلتے ہوئے میرے خزانوں سے فیض یاب ہو رہے ہیں' میں تو اسلام کے نام لیواؤں کے لئے اپنی گود بچھائے ہوئے ہوں۔

> "مجھے بے عمل جاگیرداروں' احساس مروت سے عاری سرمایہ داروں اور ناعاقبت اندیش فرقہ پرستوں کے ہاتھوں سے چھین کر اس کے حقیقی وارثوں کے سپرد کرنا ہو گا"

میرے وجود کو آغاز سے ہی کئی ایک ستم سہنا پڑے۔ اس کے معمار تقریباً ایک سال بعد ہی خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ ان کی موت جاں فزا کے دیگر اسباب کے علاوہ یہ بھی ایک سبب تھا کہ میرے نام کے حرف (ک) "کشمیر" کی حقیقی پیوند کاری نہیں ہو سکی تھی' جو اب بھی ہندوستان اور میرے درمیان وجہ نزاع بنا ہوا ہے۔ قائداعظم کی وفات کوئی کم اندوہناک واقعہ نہیں تھا۔ اللہ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے (آمین)۔ پاکستان اور ہندوستان کے درمیان تین جنگیں بھی ہوئیں مگر تاحال اہل کشمیر ہندوستان ہی کے قبضہ میں ہے۔ ہزاروں جانوں کی قربانی دی جا چکی ہے اب تو باقاعدہ جہادی تنظیمیں کام کر رہی ہیں مگر مسئلہ کے اصل حل جو "حق خود ارادیت" ہے کی طرف تاحال ہندوستان آتا نظر نہیں آتا۔ یہ فیصلہ اقوام متحدہ کا ہے جسے ہندوستان مان کر بھی نہیں مان رہا۔

میں علامہ شبیر احمد عثمانی کو سلام پیش کرتا ہوں' جنہوں نے دستور پاکستان میں سب سے پہلے یہی لکھوایا کہ "کوئی قانون قرآن و سنت کے خلاف نہیں بنے گا" مگر تاحال ملک میں حقیقی قرآن و سنت کا نظام دور دور تک نظر نہیں آتا۔ اگر قرآن و سنت کا صحیح نظام نافذ ہوتا تو میرے وجود کا آدھا حصہ ۱۹۷۱ء کی پاک بھارت جنگ کی نذر نہ ہوتا۔ اگر واقعتاً دین اسلام کی عملداری ہوتی تو کب کا کالا باغ ڈیم بن چکا ہوتا۔ آج میری دھرتی پر مسلمانوں کی غالب اکثریت ہے مگر دین اسلام سے ناآشنا' علاقائی سوچ رکھنے والے قبیلہ پرست' جہالت سے مالامال فرقہ پرستی کرتے تو نظر آتے ہیں مگر حقیقی اسلامی روح سے قطعاً کوئی واقف نہیں۔ آج ہماری قوم میں مذہب (شیعہ و سنی) کے حوالے سے دہشت گردی پروان چڑھ رہی ہے۔ لوگ مساجد میں جانے سے گھبراتے ہیں۔ اغیار بھی خوب فائدہ اٹھا رہے ہیں اور کھل کھیل رہے ہیں۔

آج میں اپنی قوم سے سوال کرتا ہوں کہ فرمان قائد کا مطلب کیا یہی تھا کہ ایک علیحدہ وطن ہونے کے بعد یہاں رشوت خوری' حرام خوری' قبیلہ پرستی' فرقہ پرستی اور ہر قسم کی فضولیات کو رواج دیا جائے؟ ہرگز نہیں! فرمان قائد کو ہم قطعاً بھول گئے ہیں کہ پاکستان اسلام کی تجربہ گاہ ہو گا اور اسلام کے قانون اخوت و حریت کے جذبہ کو سامنے رکھتے ہوئے دین فطرت کی آبیاری کی جائے گی۔ آج ہمیں سوچنا ہے اور فیصلہ کرنا ہے کہ اگر ہم اس بچے مجھے پاکستان کو قائم رکھنا چاہتے ہیں تو ہر عالم دین' ہر استاد' ہر بچے بوڑھے' ہر ماں بہن' بلکہ ہر پاکستانی کو یہی کوشش کرنا ہو گی کہ نظریہ اسلام اور نظریہ پاکستان کے عین مطابق یہاں اسلامی اقدار کی حقیقی آبیاری کی جائے اور پاکستان جس کی ولدیت ہی اسلام ہے' کو رائج کروانے کے لئے اپنی جانیں کھپا دی جائیں۔ اسے بے عمل جاگیرداروں' وڈیروں' نوابوں اور احساس سے عاری سرمایہ داروں کے ہاتھوں سے کھینچ کر حقیقی وارثوں کے سپرد کرنا ہو گا۔ لیکن یہ کام خالی باتوں سے ہونے والا نہیں ہے' اس کے لئے جدوجہد درکار ہے۔ ان انسانوں کو جو اپنے آپ کو اس مملکت خداداد کا حقیقی وارث سمجھتے ہیں' کو مال و جان کی قربانی دینا ہو گی۔ اس کے لئے ایک جمعیت درکار ہے' اکیلا آدمی خواہ وہ رستم ہی کیوں نہ ہو کچھ نہیں کر سکتا۔ اس ملک کے باسیوں کو (کرپشن) سے نکالنے کے لئے دینی و دنیاوی تعلیمات سے آراستہ کرنا ہو گا' انسانی اقدار اور خود شناسائی کروانا ہو گی' ٹی وی پر حیاء سوز پروگراموں کو بند کرنا ہو گا اور ایک نوید صبح تب ہی سنائی جا سکتی ہے جب ہم دین اسلام کے مطابق اپنی مکمل زندگیاں ڈھال لیں گے۔ آج ہماری پوزیشن یوں ہے کہ ؎

اشکوں کی رہ گزر پہ خونِ جگر بہہ نکلا
وفا اب شہروں میں باقی نہ بیابانوں میں ہے

آیئے ہم عہد کریں کہ اس عظیم دھرتی کو کانٹوں سے نہیں بلکہ پھولوں سے بھر دیں گے اور ہر راہ سے کانٹے چن چن کر جلا دیں گے۔ یہی ایک کام ہے' جس کے کرنے سے نہ صرف بانی پاکستان کی روح کو سکون حاصل ہو گا بلکہ اخروی نجات بھی تب ہی ممکن ہو سکتی ہے۔ اس کام کے لئے نرم انقلاب کی ضرورت ہے۔ اللہ کی دو انگلیوں کے مابین ہمارے دل ہیں۔ اللہ کرے' ہمارے دل احیائے دین اسلام کی طرف پھر جاویں۔

ملتزم رفقاء کے اجتماع کے بارے میں ایک مبتدی رفیق کے تاثرات

تنظیم اسلامی کے ملتزم رفقاء کا ایک چھ روزہ تربیتی و مشاورتی اجتماع مورخہ ۲۶/اکتوبر تا یکم نومبر ۹۷ء قرآن آڈیٹوریم لاہور میں منعقد ہوا اور بخیر و خوبی اختتام کو پہنچا۔ راقم حال ہی میں تنظیم میں شامل ہوا ہے اور تربیت کے ابتدائی مراحل میں ہونے کی وجہ سے ابھی مبتدی رفیق ہے۔ چونکہ یہ اجتماع ڈاکٹر اسرار احمد' امیر تنظیم اسلامی کے جانشین کے تعین اور ان کے گھٹنوں کے آپریشن کے سلسلہ میں مشاورت کے اعتبار سے تاریخی نوعیت کا حامل تھا اس لئے راقم' تنظیم کے اس اہم موڑ پر مبصر کی حیثیت سے اجتماع میں شرکت کا شدت سے خواہش مند تھا۔ چنانچہ ناظم بالا سے خط لکھ کر شرکت کی اجازت طلب کی مگر مبتدی رفیق ہونے اور نظم کے اصولی تقاضوں کے پیش نظر اجازت نہ ملی۔ راقم نے پھر خط لکھا کہ اجتماع کے شرکاء کی خدمت کا موقع ہی دے دیا جائے۔ بحمد للہ مرکزی مجلس عاملہ نے اس کے لئے اجازت مرحمت فرما دی۔ راقم ۲۳/ اکتوبر کو ہی اسلام آباد سے لاہور پہنچ گیا تاکہ اگلے دن محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے خطاب جمعہ سے مستفید ہو سکے۔ اجتماع میں راقم کو نائب ناظم طعام گاہ کی ذمہ داری سونپی گئی۔ گو تجربہ بالکل نہ تھا لیکن اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں خیر ہوتی ہے۔ اجتماع کے اختتام پر راقم کا یہ خیال ہے کہ مختلف اعتبارات سے جتنا فائدہ شعبہ خدمت میں ہوا۔ شاید اس اجتماع میں شرکت سے نہ ہوتا۔ اس دوران امیر محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب سے گاہے بگاہے فیض حاصل کرنے کا موقع ملا اور یہ مشاہدہ ہوا کہ ڈاکٹر صاحب میں ایک اچھے امیر کی تمام خصوصیات بدرجہ اتم موجود ہیں۔

طعام گاہ کی انتظامیہ میں ہونے کی وجہ سے تمام ملتزم رفقاء کو بھی بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ سب رفقاء رحماء بینھم کی عملی تفسیر نظر آئے۔ اور مجھے قوی امید ہے کہ یہ حضرات بنیان مرصوص کی منزل مقصود تک پہنچنے کا کٹھن سفر بھی بخوبی طے کر لیں گے۔ چنانچہ اجتماع کے بارے میں بحیثیت مجموعی اگر ایک جملے میں رائے دینی ہو تو کہا جا سکتا ہے : "It was a good show of discipline"

اجتماع گاہ یعنی قرآن آڈیٹوریم میں داخلے کے لئے شرکاء کو مخصوص کارڈ جاری کئے گئے تھے جس کے بغیر داخلہ "ممنوع" تھا۔ کارڈ سسٹم بہت کامیاب رہا حتیٰ کہ "کوئی پرندہ بھی قرآن آڈیٹوریم میں پر نہ مار سکا" یوں لگتا تھا کہ ایوان صدر یا وزیر اعظم ہاؤس میں پہنچ گئے ہیں کہ جہاں سیکورٹی کی غرض سے اس قسم کے انتظامات کئے جاتے ہیں۔

انتظامات کے ضمن میں اجتماع کے ناظمین مبارکباد کے مستحق ہیں۔ شرکاء کے استقبال' رہائش اور طعام کا انتظام نہایت عمدہ تھا۔ تاہم قرآن آڈیٹوریم کے اندر کے انتظامات کے بارے میں راقم لب کشائی سے قاصر ہے کیونکہ راقم کے کارڈ پر مبتدی لکھا ہوا تھا اور مبتدیوں کا داخلہ وہاں سختی سے منع تھا۔ اس لئے آڈیٹوریم کو باہر ہی سے حسرت بھری نگاہوں سے دیکھنے اور آہیں بھرنے کی "اضافی ڈیوٹی" بھی سرانجام دینی پڑی۔

یہ آہیں اور دعائیں آخر کار رنگ لائیں۔ اجتماع کے آخری دن امیر محترم کے اختتامی خطاب میں شرکت کا اذن عام مل گیا اور یوں راقم کو اجتماع میں شرکت کا اعزاز بھی حاصل ہو گیا۔

تحریر : فرقان دانش خان

مکرمی و محترمی حافظ عاکف سعید صاحب

السلام علیکم

میری ارسال کردہ نعت اس شمارے میں یعنی ۱۳/۱ اکتوبر کو شائع ہوئی۔ میں اپنی نعتیں دینی رسالوں کو ارسال کرتا ہوں۔ بحمد اللہ بیسواں دیوان نعت کتابت ہو رہا ہے' اٹھارواں نعتیہ دیوان شائع ہو چکا ہے۔ انیسواں' بیسواں' اکیسواں اور بائیسواں دواوین زیر اشاعت ہیں۔ اللہ مسبب الاسباب ہے' ان شاء اللہ ضرور کوئی سبب بنا دے گا۔

ایک اور نعت ارسال کر رہا ہوں۔ باعث مسرت یہ بات ہے کہ "ندائے خلافت" کا دیندار اشخاص مطالعہ کرتے ہیں یہ میرے لئے آخرت کا زاد راہ ہے۔ اس اشاعت میں کسی طور پر حصہ لینے والے اجر و ثواب کا موجب بنتے ہیں۔ اس کے قارئین حضرات میرے لئے دعا کریں کہ خاتمہ بالخیر ہو اور منزل منتہی آسان ہو' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ہر امتی کا مقدر ہو۔

دعاگو' دعاجو

حافظ لدھیانوی

امیر محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب مدظلہ

السلام علیکم

۸/ اکتوبر کے "ندائے خلافت" میں آپ کا مکتوب پڑھا دل دھک سا ہو گیا' اندیشوں اور وسوسوں نے حصار میں لے لیا۔ طبیعت کے اضطراب کو لفظ بیان کرنے سے قاصر ٹھہرے' کیا پہلے ہماری رگ جاں میں اترنے والے اندھیروں کی کمی تھی جو آپ نے ایک اور اندھیرے کی بین السطور بشارت دے دی؟ خدا کرے ہماری آنکھیں وہ منظر اتنی جلدی نہ دیکھیں جس کے خواب کے بھی ہم متحمل نہیں' خدانخواستہ (خاکم بدھن) ایسا کوئی واقعہ رونما ہو گیا تو امت مسلمہ کے قلب میں جاگنے والی امید کی آخری کرن بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دفن ہو جائے گی۔

یہ جو چج کے تن مردہ کو آپ جیسے لوگوں نے اپنے قول و فعل کی سالمیت کے آکسیجن سے زندہ رکھا ہوا ہے اگر مستقبل قریب میں کوئی روح فرسا المیہ ظہور پزیر ہو گیا تو......!

امت مسلمہ کے پاس راکھ کے ڈھیر میں چھپی چنگاری کو ہوا دینے والے کتنے لوگ باقی رہ گئے ہیں؟ کون ہے جو خلافت کے خواب کی تعبیر کے راستے اس خلوص واستقامت کے ساتھ چنے اور سمیٹے گا؟

وہ (دیگر اسلامی جماعتوں کے رہنما) جو اسلامی انقلاب کا سپنا اپنی پلکوں پر سجائے سڑکوں پر نکلے ہوئے ہیں وہ تو لگتا ہے جمہوری نظام کے پیچیدگیوں اور تباہ کاریوں کے احساس سے بھی بے بہرہ و نابلد ٹھہرے' وگرنہ موجودہ انتخابی سیاست کے جادہ حرام پر عازم سفر نہ ہوتے اور محسوس تو یہ بھی ہونے لگا ہے کہ ان کے سروں میں فقط حصول اقتدار کا سودا سمایا ہوا ہے اور وہ اپنے اس ہدف کی خاطر اب تو امریکہ کی دریوزہ گری کے لئے بھی آمادہ و تیار نظر آتے ہیں۔

خدا ہمیں فتنہ جمہوریت سے بچائے اور آپ کو عمر خضر عطا فرمائے کہ ابھی بہت سا کام باقی ہے۔ آپ کے ذہن رسا سے تخلیق پانے والے افکار نے ظلمت کی بہت ساری چٹانوں کو ریزہ ریزہ کرنا ہے۔ استعمار کے ہی نہیں خطہ جناح واقبال کے بہت سارے بتوں کو پاش پاش کرنا بھی رہتا ہے اور یہ فقط آپ کے قلم کے زور اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی لامحدود مہربانی سے ہو گا۔ اور بس!

دعاگو

ڈاکٹر محمد معاویہ ادیب' ملتان

توہین عدالت کا جرم ہم بحیثیت مسلمان اور پاکستانی پچھلے پچاس برس سے کر رہے ہیں

جرات ایمانی سے کام لے کر حکومت کو اللہ کا دین نافذ کرنے پر مجبور کریں

چیف جسٹس کے نام کھلا خط

جناب چیف جسٹس صاحب!

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

پچھلے کچھ دنوں سے حکومت اور عدلیہ محاذ آرائی کے سلسلے میں آپ کا تعارف حاصل ہوا۔ آپ نے جس پامردی اور جرات سے عدلیہ کے وقار کا دفاع کیا' اپنی مثال آپ ہے۔ آپ نے مضبوط قوت ارادی کے ساتھ ایک عظیم اکثریت والی حکومت کو ہلا کر رکھ دیا اور بالآخر حکومت کو اپنی شکست تسلیم کرنا پڑی اور آپ کے مطالبے کو بھی ماننا پڑا۔ آپ کے اس پختہ عزم اور جرات کو سلام پیش کرتا ہوں۔ بلاشبہ آپ قوم کی آنکھ کا تارا بن گئے ہیں۔

اخبارات کی خبروں سے پتہ چلا ہے کہ اب آپ وزیر اعظم میاں نواز شریف کے خلاف توہین عدالت کا مقدمہ قائم کر چکے ہیں اور انہیں ۱۷ نومبر کو عدالت میں پیش ہونے کا حکم جاری کیا ہے۔ آپ کے اس فیصلے نے آپ کو انتہائی مضبوط اور طاقتور شخصیت کے طور پر قوم کے سامنے نمایاں کیا ہے۔ پہلی بار احساس پیدا ہوا کہ حکومت سے بڑھ کر بھی کوئی قوت ہمارے ملک میں موجود ہے۔ توہین عدالت کے مقدمے کے فیصلے پر پوری قوم کی نظریں لگی ہوئی ہیں کیونکہ توہین عدالت ایک سنگین جرم ہے۔ اخبارات میں کئی سیاست دان پیشین گوئیاں کر رہے ہیں کہ میاں صاحب نااہل بھی قرار دیئے جا سکتے ہیں اور انہیں قید کی سزا بھی ہو سکتی ہے۔ فیصلہ کیا ہوتا ہے؟ یہ تو اللہ ہی جانتا ہے لیکن جو بات میں آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ توہین عدالت کا جرم ہم سب بحیثیت مسلمان اور پاکستانی پچھلے پچاس برس سے کر رہے ہیں۔ جیسے آپ نے حکومت سے پانچ ججوں کا مطالبہ کیا اور حکومت ٹال مٹول کرتی رہی۔ اسی طرح اس سب سے بڑے "چیف جسٹس" نے ہم سے مطالبہ کیا تھا کہ صرف اور صرف میرے بندے بن جاؤ اور مکمل طور پر صرف میرے ہی بندے بن کر رہو' ابلیس کی پیروی مت کرو اور پھر غلامی کے دنوں میں بھی ہم نے اس "بڑے جج" کے ساتھ عہد کیا تھا کہ اے مالک اگر تو نے ہمیں غلامی سے نجات دلا دی تو ہم تیرے عطا کردہ اس ملک میں تیرا ہی نظام نافذ کریں گے۔ اللہ نے تو غلامی سے نجات دلا دی' لیکن ہم نے اپنے عہد کو توڑ دیا۔ ہم اللہ کے بندے بننے کی بجائے اسی ابلیسی نظام کے محافظ بنے ہوئے ہیں اور گستاخی معاف' آپ بھی اس جرم میں برابر کے شریک ہیں۔ میں آپ کی خدمت میں بڑی دردمندی سے اپیل کرتا ہوں کہ آپ اس ابلیسی نظام کو نقصان پہنچانے کے جرم کی بجائے اس بڑی عدالت کی توہین کا مقدمہ کریں۔ جس طرح آپ نے حکومت کو جھکنے پر مجبور کر دیا ہے' اسی طرح جرات ایمانی سے کام لے کر حکومت کو اللہ کا دین نافذ کرنے پر مجبور کر دیں۔ پوری قوم اس نیک کام میں آپ کا ساتھ دے گی۔ ان شاء اللہ آپ سرخرو ہوں گے۔ آپ کا نام تاریخ میں سنہرے حروف میں لکھا جائے گا۔ ورنہ جتنے بڑے منصب پر آپ فائز ہیں اسی حساب سے اللہ کے ہاں آپ کی گرفت بھی ہو گی۔ یہاں آپ کی عدالت میں تو میاں نواز شریف کو توہین کے جرم میں چند ہی سال سزا ہو سکتی ہے لیکن اس بڑی عدالت میں چند سالوں کا اصول نہیں چلتا بلکہ وہاں تو اصول ہے۔ "خالدین فیھا" یعنی اگر انعام مل گیا تو وہ بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے لیکن اگر سزا ملی تو وہ بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہو گی۔ یہ تو آپ مجھ سے اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ مالک الملک سب سے زیادہ اور آپ سے بھی زیادہ بااختیار اور غیرت والا ہے۔ وہ ہماری اس ٹال مٹول اور مسلسل نافرمانی کو معاف نہیں کرے گا۔ والسلام

عبدالعزیز جرات' فیروزوالہ

کاروان خلافت منزل بہ منزل

شاہ خالد ٹاؤن فیروز والا میں ہفتہ وار درس قرآن

تنظیم اسلامی لاہور غربی کے سینئر رفیق جناب حافظ علاؤ الدین نے درس قرآن کی ہفتہ وار نشست سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ جب خالق' مالک' رب ایک اللہ ہی ہے تو پھر معبود بھی ایک ہی ہونا چاہئے۔ لہٰذا ہر قسم کے شرک سے بچنا ضروری ہے۔ ہمیں اللہ کی ذات ہی پر بھروسہ اور توکل و اعتماد رکھنا چاہئے وگرنہ مافوق الفطرت طریقے سے کسی کو معبود سمجھ کر اس سے مانگنا بدترین شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لئے جہاں مادی غذا کا بندوبست کیا ہے وہیں اس کے لئے روحانی خوراک کا اہتمام بھی مکمل طریقے سے کیا گیا ہے۔ بندگی کا مقام انسان کے لئے عزت و شرف کا مقام ہے۔ قرآن کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے رب کائنات نے پوری انسانیت کو چیلنج دے رکھا ہے کہ تم سب مل کر اس جیسا قرآن نہیں بنا سکتے بلکہ اس جیسی ایک سورۃ بھی بنانا ممکن نہیں ہے۔ اسی طرح قرآن میں بیان کردہ نظام زندگی بھی بے مثل اور موزوں ترین نظام زندگی ہے' اسے اختیار کرنا خود انسانیت کے مفاد میں ہے۔ خالق ہونے کی حیثیت سے اسنے ہماری ہدایت و رہنمائی کے لئے قرآن جیسی عظیم المرتبت کتاب ہدایت نازل فرمائی۔ قرآن مقدس میں مرد اور عورت' مزدور اور سرمایہ دار' فرد اور ریاست سمیت اجتماعی اور انفرادی سطح کے لئے ہر قسم کے احکامات میں صادر فرما دیئے ہیں۔ چنانچہ ان الٰہی قوانین کو اپنا کر ہی ہم دنیا اور آخرت میں کامیاب ہو سکتے ہیں جبکہ قرآن کی ہدایت کو ترک کرنے کی پاداش میں دنیا اور آخرت دونوں جگہ تباہی اور بربادی انسانوں کا مقدر ہو گی۔

دنیا میں ہدایت ربانی پر عمل کرنے والے کو دنیا میں سکون و اطمینان اور آخرت میں نعمتوں بھری جنت سے نوازا جائے گا۔ قرآن نے بندۂ مومن کو پورے دین کو اختیار کرنے کی پرزور دعوت دی اور یہ وضاحت بھی کر دی کہ اپنی مرضی سے دین کی من پسند باتوں پر عمل کرنے والوں کے اعمال کو قبول نہیں کیا جائے گا۔ انفرادی اور اجتماعی دائرے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ؐ کے بتائے ہوئے طریقے پر عمل ہی سے کامیابی حاصل ہو گی۔ یہی اصل صراط مستقیم ہے جس پر چلنا ہم سب کا دینی فریضہ ہے۔

(رپورٹ : افتخار احمد نقیب اسرہ رچنا ٹاؤن)

لاہور شرقی کا ایک روزہ تربیتی پروگرام

لاہور شرقی کے زیر اہتمام ایک روزہ تربیتی پروگرام کا آغاز صبح آٹھ بجے ہوا۔ ساڑھے آٹھ بجے تک آخری پارے کی سورتوں کی قرات کی تصحیح کرائی گئی۔ ساڑھے آٹھ بجے سے ساڑھے دس تک رفقاء نے آزمائشی انداز میں دعوتی گفتگو کی۔ رفقاء نے اپنے اپنے انداز میں دعوت دین کو پیش کیا۔ رفقاء نے مقررین سے سوالات بھی کئے۔ محمد اشرف وصی نے "دعوت میں کردار کی اہمیت" کے موضوع پر خطاب کیا۔ بعد ازاں سورہ نوح ؑ کا رواں ترجمہ پڑھا گیا جس میں داعیان دین کے لئے رہنمائی کا کافی سامان موجود ہے۔ کھانے اور استراحت کے وقفے کے بعد رفقاء کو مختلف دعائیں اور اذکار مسنونہ یاد کروائے گئے۔ نماز عصر کے بعد اخلاقی بیماریوں مثلاً حسد' غیبت' غرور و ریا کے حوالے سے احادیث نبویہ کا مطالعہ کیا گیا۔ مغرب کی نماز سے آدھ گھنٹہ قبل رفقاء احباب کو درس قرآن میں شرکت کی دعوت کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ نماز مغرب کے بعد درس قرآن ہوا۔ تقریباً ۱۲۵ احباب نے درس میں شرکت کی۔ ایک روزہ پروگرام میں مجموعی طور پر ۱۸ رفقاء نے شرکت کی۔

محمد رشید ارشد

امیر لاہور شرقی نمبر ۲

اسرہ کمال آباد راولپنڈی کینٹ کا ماہانہ دعوتی اجتماع

اسرہ کمال آباد کا ماہانہ دعوتی پروگرام حسب معمول رفیق تنظیم جناب بشیر ستار صاحب کے مکان پر ۱۴/اکتوبر کو ہوا۔ رفیق تنظیم جناب محمد رفیق نے درس قرآن دیا۔ انہوں نے سورۃ العصر کے حوالے سے ایک مسلمان کو اس کا بھولا ہوا سبق یاد دلایا اور کہا کہ آج کے پرفتن دور میں جہاں اور بہت سی برائیوں نے جنم لیا ہے وہاں ظلم یہ بھی ہوا کہ ہم نے اعمال صالح کے تصور کو بھی صرف نماز اور روزے کی حد تک اسے محدود کر لیا۔ حالانکہ یہ بہت وسیع اصطلاح ہے اور اس میں ہماری پوری زندگی آتی ہے۔ ایمان کے بعد ایک ایسے معاشرے کے قیام کی کوشش جس میں نیکی کرنا آسان اور برائی کرنا مشکل ہو جائے فرض عین ہے۔ اگر ہم نے یہ نظام قائم کرنے کی کوشش نہ کی تو پھر ہماری انفرادی عبادت بھی قبول نہ ہو گی۔

آج سب سے بڑا عمل یہ ہے کہ اقامت دین کی جدوجہد کی جائے اور اس جدوجہد میں جو تکالیف اور مصائب پیش آئیں انہیں صبر کے ساتھ برداشت کیا جائے۔

(رپورٹ : اشتیاق حسین)

اسرہ G-6 اسلام آباد کا ماہانہ دعوتی اجتماع

اسرہ G-6 اسلام آباد کے ماہانہ دعوتی اجتماع کے سلسلے میں درس قرآن کا اہتمام کیا گیا۔ یہ اجتماع رانا انور قدیر کی رہائش گاہ واقع آب پارہ میں منعقد ہوا۔ درس میں رفقاء کے علاوہ احباب کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی۔ انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی کے طالب علم سید ہشام مغربی نے درس کے لئے "مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق" کا موضوع منتخب کیا۔ انہوں نے قرآن پاک کی دو آیات "وقال الرسول یارب ان قومی اتخذوا ھذالقرآن مھجورا" (الفرقان : ۳۰) اور "افبھذا الحدیث انتم مدھنون" (الواقعہ - ۸۱) کے حوالے سے بتایا کہ قرآن مجید کے پانچ حقوق ہیں اور ان حقوق کی ادائیگی نہ کرنے والے قرآن سے مہجوری اور لاپرواہی کرنے کے تحت آتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہماری تمام پریشانیوں کی وجہ قرآن سے دوری ہے۔ بعد ازاں نقیب اسرہ عبدالغفور غوری نے کہا کہ ہم قرآن کو صرف حصول ثواب کی غرض سے پڑھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس طرح ہم قرآن کا حق ادا کر رہے ہیں۔ یہ ہمارا قرآن کے ساتھ یک طرفہ تعلق ہے۔ ہم نے کبھی نہیں سوچا کہ قرآن ہم سے کیا چاہتا ہے۔ قرآن کا مطالبہ یہ ہے کہ اسے سمجھا جائے' اس پر عمل کیا جائے اور اسے دوسروں تک پہنچایا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن کو غور سے پڑھنے والوں کی قسم کھاتا ہے۔ (الصافات - ۳)۔ انہوں نے ابن ماجہ کی یہ حدیث بھی بیان کی کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا "اے جماعت مہاجرین!! پانچ خصلتیں ہیں جن کے متعلق میں اللہ تبارک و تعالیٰ سے پناہ مانگتا ہوں کہ وہ تمہارے اندر پیدا نہ ہو جائیں۔ ایک یہ ہے کہ جب کسی قوم میں بے حیائی پھیلتی ہے تو ان پر طاعون جیسی وبا اور ایسے نئے نئے امراض مسلط کر دیئے جاتے ہیں جو ان کے آباؤ اجداد نے سنے بھی نہ تھے۔ دوسرے یہ کہ جب کسی قوم میں ناپ تول کے اندر کمی کرنے کا مرض پیدا ہو جائے تو ان پر قحط' گرانی' مشقت و محنت اور ظالم حکمران مسلط کر دیئے جاتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ جب کوئی قوم زکوٰۃ ادا نہ کرے تو بارش بالکل بند کر دی جاتی ہے۔ چوتھے یہ کہ جب کوئی قوم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے عہد کو توڑ ڈالے تو اللہ تعالیٰ ان پر اجنبی دشمن مسلط فرما دیتے ہیں جو ان کے مال بغیر کسی حق کے چھین لیتا ہے۔ اور پانچویں یہ کہ جب کسی قوم کے ارباب اقتدار کتاب اللہ کے قانون پر فیصلہ نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام ان کے دل کو نہ لگیں تو اللہ تعالیٰ ان کے مابین منافرت اور لڑائی جھگڑا ڈال دیتے ہیں"۔ (ابن ماجہ اور بیہقی) انہوں نے شرکاء سے کہا کہ آج کا مسلمان اپنے اعمال کی تصویر دیکھ سکتا ہے۔ حضور ؐ نے بے حیائی' ناپ تول میں کمی' زکوٰۃ کی عدم ادائیگی' عہد شکنی اور کتاب اللہ کا مغلوب ہونا' جیسی خصلتوں میں مسلمانوں کے مبتلا ہونے سے پناہ مانگی ہے۔ اور ان کے اختیار کرنے پر نئے امراض' گرانی اور باہمی منافرت جیسے عذابوں کی خبر دی ہے۔

پروگرام کے اختتام پر تنظیم اسلامی اسلام آباد کے امیر جناب غلام رسول غازی کی کچھ عرصہ قبل وفات پا جانے والے خوش دامن' رانا عبدالغفور صاحب کے چھوٹے بھائی اور رانا انور قدیر کی بھاوج کے لئے دعائے مغفرت کی گئی اور شرکاء میں "مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق" نامی کتابچہ تقسیم کیا گیا۔

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور
سی پی ایل نمبر: 127
جلد ۶' شمارہ ۳۹
سالانہ زر تعاون - /۲۵۰ روپے

پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس - ریلوے روڈ' لاہور
مقام اشاعت: ۳۶ - کے' ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: ۰۳-۵۸۶۹۵۰۱

معاونین برائے مدیر:
○ مرزا ایوب بیگ ○ نعیم اختر عدنان
○ سردار اعوان
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

ہفتہ رفتہ کی اہم خبریں

سرحد اسمبلی: صوبے کا نام پختون خواہ رکھنے کی قرارداد منظور

سرحد اسمبلی نے صوبہ سرحد کا نام تبدیل کر کے پختون خواہ رکھنے کے معاملے میں اے این پی' پی پی پی اور جمعیت علماء اسلام (ف) کی قراردادیں بھاری اکثریت سے منظور کرلی ہیں۔ صوبائی اسمبلی کی سب سے بڑی پارٹی پاکستان مسلم لیگ (ن) نے رائے شماری میں حصہ نہیں لیا اور پارٹی کے صدر پیر صابر شاہ نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ صوبہ کے عوام کی خواہشات کے مطابق تمام جماعتوں کے لئے قابل قبول نام تجویز کرنے کے لئے ایوان کے تمام پارلیمانی گروپوں پر مشتمل کمیٹی بنائی جائے جبکہ مسلم لیگ (ج) کے ارکان نے قراردادوں کی مخالفت کی۔ قراردادیں اے این پی کی طرف سے بیگم نسیم ولی خان' حاجی محمد عدیل' میاں افتخار حسین اور پاکستان پیپلز پارٹی کی طرف سے نجم الدین خان اور جے یو آئی (ف) کی طرف سے محمد اکرم خان درانی نے پیش کی۔ (۱۴/ نومبر' جنگ)

نواز شریف سپریم کورٹ میں خود پیش ہوں گے' حضرت عمرؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما بھی عدالتوں میں پیش ہوئے

وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ سپریم کورٹ میں خود پیش ہوں گے۔ یاد رہے کہ چیف جسٹس پاکستان سجاد علی شاہ کی جانب سے وزیر اعظم نواز شریف اور بعض دوسرے اراکین اسمبلی' چیئرمین پی ٹی وی اور بعض مدیران اخبار کو ۱۷ نومبر کو عدالت میں پیش ہونے کے نوٹس جاری ہوئے تھے۔ ان سب پر توہین عدالت کا الزام ہے۔ یہ بات وزیر اطلاعات مشاہد حسین نے بتائی' انہوں نے کہا کہ وزیر اعظم نواز شریف اور ان کی حکومت عدلیہ کا بہت احترام کرتی ہے۔ مسلم لیگ سیاسی اور جمہوری جماعت ہونے کے علاوہ اسلام کی سچی پیروکار ہے۔ اسلامی تاریخ میں فاروق اعظم حضرت عمر اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین طلب کئے جانے پر عدالتوں میں پیش ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ ہم بھی انہی کے پیروکار ہیں اور عدالتوں کا احترام کرتے ہوئے ۱۷ نومبر کو پیش ہوں گے۔ (۱۵ نومبر' نوائے وقت)

روس نے بین البراعظمی میزائل نصب کرنے کا اعلان کردیا

روس نے جدید ترین بین البراعظمی میزائل نصب کرنے کا اعلان کردیا ہے تاکہ اس کی سٹریٹجک افواج کا کلیدی حصہ بن جائیں۔ ریڈیو جدہ کے مطابق روسی وزیر دفاع نے بتایا ہے کہ میزائلوں کی پہلی کھیپ ساراتوف نامی شہر کے قریب نصب کی جائے گی۔ یہ میزائل ایٹم بم لے جانے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں اور انہیں گشتی گاڑیوں پر بھی نصب کیا جا سکتا ہے۔ روسی صدر بورس یلسن نے نیٹو کو وارننگ دی ہے کہ خود کو وہ سیاسی آرگنائزیشن میں تبدیل کردے یا روس کے ساتھ ٹکراؤ کا خطرہ مول لے لے۔ اگر نیٹو کو فوجی صورت میں برقرار رکھا گیا تو ہمیں دوبارہ سوچنا پڑے گا۔ انہوں نے تمام یورپی ممالک کو دعوت دی کہ وہ متحد ہو کر بڑا یورپ بنائیں۔ (۱۶ نومبر' جنگ)

امریکہ کی عراق کے خلاف عرب ممالک کا محاذ بنانے میں ناکامی

امریکی وزیر خارجہ میڈلین البرائٹ عراق کے خلاف مشترکہ محاذ بنانے کے لئے خلیجی ممالک کی حمایت حاصل کرنے میں ناکام ہو گئیں اور انہیں کسی بھی قابل ذکر ملک کی حمایت حاصل نہیں ہو سکی' حتیٰ کہ کویت' جسے عراق کے قبضہ سے ۱۹۹۰ء میں چھڑانے کے لئے امریکہ نے حملہ کیا تھا اس نے بھی عراق کے خلاف اس محاذ میں حصہ دار بننے سے انکار کر دیا ہے اور کہا ہے کہ کویت کسی طرح بھی عراق کے خلاف تازہ امریکی کارروائی کی حمایت نہیں کر سکتا۔ (۱۷ نومبر' نوائے وقت)

توہین عدالت ایکٹ ۱۹۷۶ء کی دفعہ ۱۰ میں ترمیم

قومی اسمبلی نے پیر کی رات توہین عدالت کے ایکٹ ۱۹۷۶ء کی دفعہ ۱۰ میں ترمیم کردی ہے۔ ترمیم کے تحت اگر توہین عدالت کیس میں سپریم کورٹ کا ایک بینچ کوئی فیصلہ صادر کرتا ہے تو اس صورت میں فیصلہ کے خلاف ایک بڑے بینچ میں انٹر کورٹ اپیل کی جا سکے گی اور اگر بڑے بینچ میں شامل جیوری کی اکثریت کوئی فیصلہ دے تو اس فیصلہ کے خلاف فل کورٹ میں نظر ثانی کی اپیل کی جا سکے گی۔ (۱۸ نومبر' جنگ)

وزیر اعظم کے فون پر آرمی چیف نے اپنا غیر ملکی دورہ مختصر کردیا

توقع ہے کہ آرمی چیف جنرل جہانگیر کرامت منگل کے روز وطن واپس پہنچ جائیں گے۔ فوری طور پر وطن واپس پہنچنے کے لئے انہوں نے ترکی کا دورہ منسوخ کر دیا ہے۔ میاں نواز شریف نے اتوار کے روز آرمی چیف سے لندن میں فون پر بات کی اور انہیں دورہ مختصر کر کے واپس وطن پہنچنے کے لئے کہا' بعد ازاں صدر کی بھی آرمی چیف سے فون پر بات ہوئی۔ البتہ ایک ذرائع نے اس خبر کی تردید کی کہ آرمی چیف کو لندن سے صدر نے طلب کیا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ وزیر اعظم نواز شریف سے گفتگو کرنے کے بعد وطن واپس آرہے ہیں۔ (۱۸ نومبر' نوائے وقت)

ان شاء اللہ

امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت

محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب مدظلہ

اس سال ماہ رمضان المبارک میں

دورۂ ترجمہ قرآن

کی سعادت

مسجد جامع القرآن' قرآن اکیڈمی کراچی

میں حاصل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں

المعلن: انجمن خدام القرآن سندھ' کراچی

فون: 5854036 - 5855219